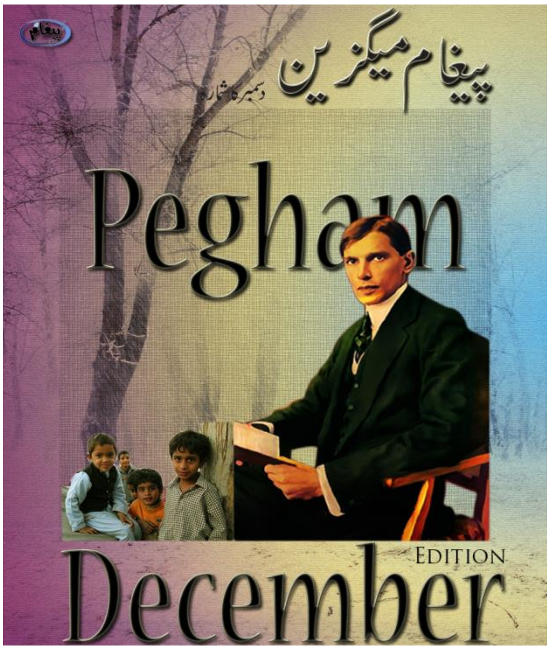
پیغام
پیغام میگزین
دسمبر کا شمارہ
Pegham
Edition
December

اِس شُمارے میں

اداریہ
قُرانی آیات
حدیث
حمد و نعت باری تعالیٰ
قُران اور سائینس
اسلامک آرٹس
صحت (ہیلتھ) ایچ آئی وی ایڈز ٹاپک
قائدِ اعظم محمد علی جناح (اسپیشل)
قائدِ اعظم محمد علی جناح کے ارشادات
قائدِ اعظم محمد علی جناح (پکچر گیلری)
دسمبر شاعری
پیغام نظم غزل
پیغام کے نئے شعراء کی ڈیزائین شاعری

پیغام ٹیم : Aanchal, Fatima Asad, The Driver, Fkas, Kutkutkaryaan, Ali Abbasi

اِس شُمارے میں

کھانا خزانہ (ریسیپیز) چکن کارن سوپ۔ کافی

مزاح وادبی مزاحیہ شاعری

خوبصورت پیغام

پیغام کے ممبران کے بچوں کی تصاویر

فاطمہ کا بچوں کے لیئے آرٹیکل

بچوں کے موسمِ سرما کے فیشن

موسمِ سرما کی ٹپس (خواتین کے لیئے)

ڈیزائینر شوکیس

سوال آپ کے جواب ہمارے

اس مہینے کی ممبر خاص مایا

پیغام ہنر فاطمہ

امجد حسین کے قلم سے نیا سلسلہ وار ناول 'امرت کور'

گزشتہ شمارے

اختتام

پیغام ٹیم : Aanchal, Fatima Asad, The Driver, Fkas, Kutkutkaryaan, Ali Abbasi

اداریہ

السلام علیکم!

پیغام اپنے ممبرز کیلئے ایک نئے شمارے کے ساتھ حاضر ہے۔آپ لوگ ہمارے میگزین کو پسند کر رہے ہیں آپ کے خلوص کا بہت شکریہ۔دسمبر کے میگزین کی تھیم ہم نے قائداعظم، سردیاں اور بچے رکھی ہے۔اس میگزین میں آپ کو قائد اعظم کے بارے میں خصوصی آرٹیکلز پڑھنے کو ملیں گے۔سردیوں کی مناسبت سے ریسپیز (،(Recipes) بچوں کے فیشن اور ایک سپیشل حصہ ہے جس میں پیغام ممبرز کے بچوں کی تصاویر شامل ہیں۔

امید ہے ہمارے پچھلے میگزینز کے ساتھ یہ میگزین بھی آپ سب کو بہت پسند آئے گا۔پیغام کی پوری میگزین ٹیم اور علی عباسی صاحب کا خصوصی شکریہ جو اس میگزین کے ڈیزائنر ہیں۔میگزین پڑھ کے اپنی آرا سے ضرور نوازیئے گا۔

شکریہ

پیغام ایڈمن

آنچل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ o وَیَسِّرْلِیْٓ اَمْرِیْ o وَاحْلُلْ عُقْدَۃً مِّنْ
لِّسَانِیْ o یَفْقَھُوْا قَوْلِیْ o (طٰہٰ: 28-25)

اے میرے رب! میرا سینہ کھول دے اور میرے لیے میرا کام آسان کر
دے اور میری زبان کی گرہ کھول دے تاکہ لوگ میری بات سمجھ سکیں۔

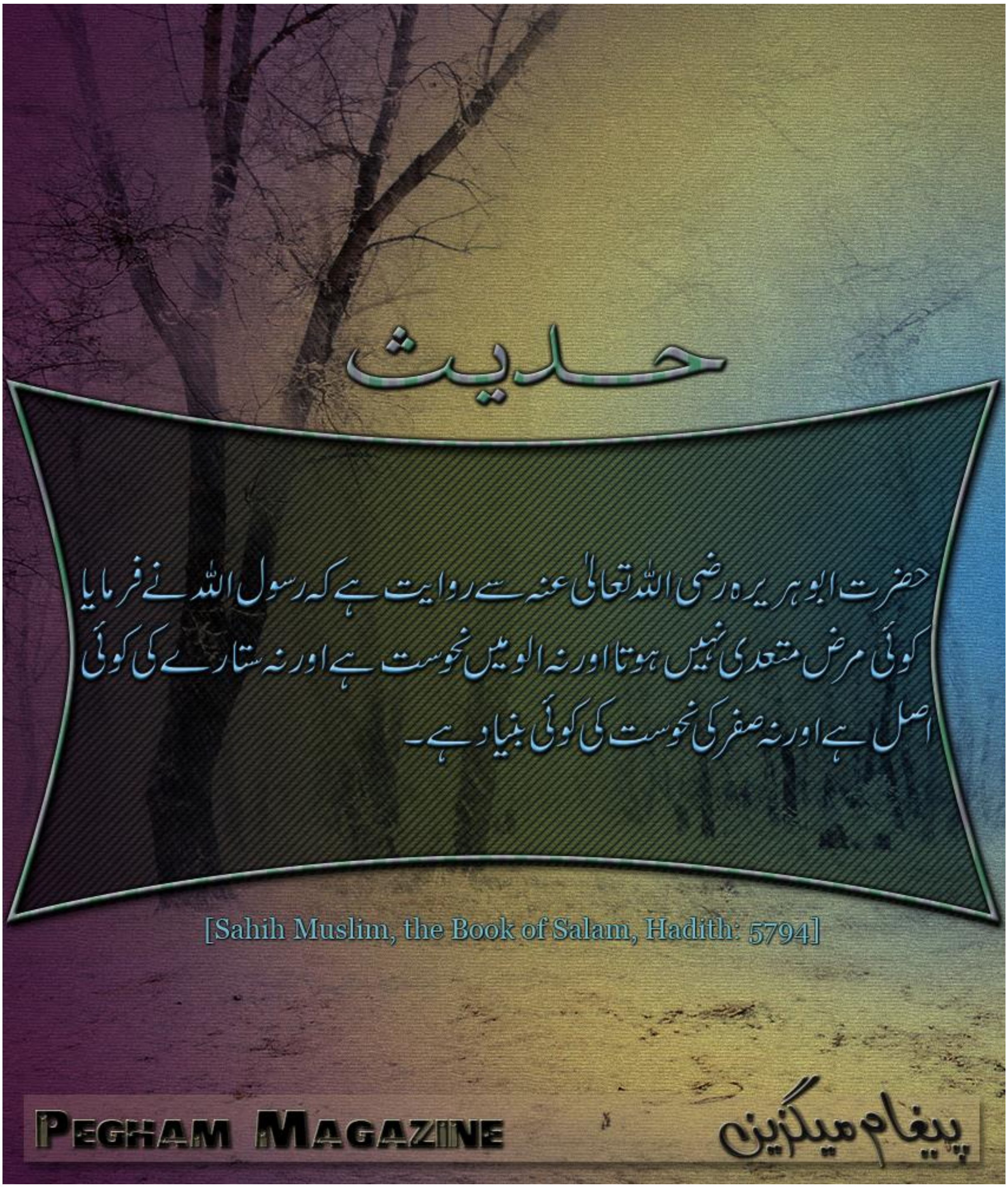
حدیث
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا
کوئی مرض متعدی نہیں ہوتا اور نہ الو میں نحوست ہے اور نہ ستارے کی کوئی
اصل ہے اور نہ صفر کی نحوست کی کوئی بنیاد ہے۔
[Sahih Muslim, the Book of Salam, Hadith: 5794]
PEGHAM MAGAZINE
پیغام میگزین

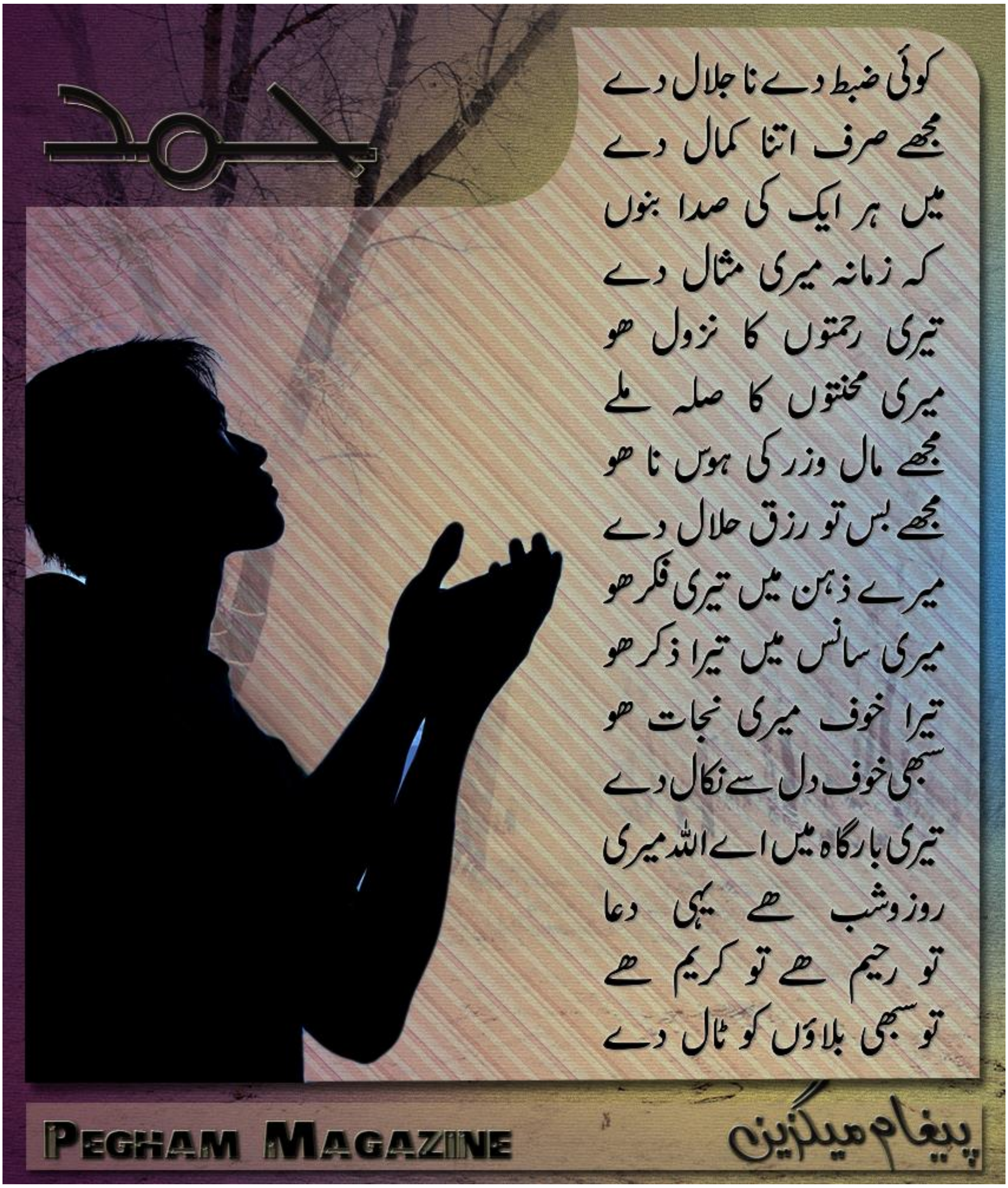
حمد
کوئی ضبط دے نا جلال دے
مجھے صرف اتنا کمال دے
میں ہر ایک کی صدا بنوں
کہ زمانہ میری مثال دے
تیری رحمتوں کا نزول ھو
میری محنتوں کا صلہ ملے
مجھے مال وزر کی ہوس نا ھو
مجھے بس تو رزق حلال دے
میرے ذہن میں تیری فکر ھو
میری سانس میں تیرا ذکر ھو
تیرا خوف میری نجات ھو
سبھی خوف دل سے نکال دے
تیری بارگاہ میں اے اللہ میری
روزوشب ھے یہی دعا
تو رحیم ھے تو کریم ھے
تو سبھی بلاؤں کو ٹال دے
PEGHAM MAGAZINE
پیغام میگزین

نعت

دلوں سے غم مٹاتا ہے محمد نام ایسا ہے
نگر اجڑے بساتا ہے محمد نام ایسا ہے
انہی کے نام سے پائی فقیروں نے شہنشائی
خدا سے بھی ملاتا ہے محمد نام ایسا ہے
محبت کے کنول کھلتے ہیں اُن کو یاد کرنے سے
بڑی خوشبوئیں لاتا ہے محمد نام ایسا ہے
درودوں کی مہک سے محفلیں آباد رہتی ہیں
میری نعتیں سجاتا ہے محمد نام ایسا ہے
میں فخری دین و دنیا آخرت بھی بھول جاتا ہوں
مجھے جب یاد آتا ہے محمد نام ایسا ہے

By Fkas

قرآن اور سائنس

السلام علیکم!

پیارے دوستو آج سے ہم قرآن اور سائنس کے نام سے ایک نیا سلسلہ شروع کر رہے ہیں، اس سلسلہ کا اصل مقصد قرآن پاک کے ان واقعات کو ذکر کرنا ہے کہ جن کو دیکھ کر دور جدید کے سائنس دان اور اہل علم بے اختیار پکار اٹھتے ہیں کہ بیشک یہ وہ لاریب کتاب ہے جس کا ایک ایک حرف صداقت پر مبنی ہے۔
دعا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس سلسلہ کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور اسے ہمارے ایمان کی مضبوطی اور دین و دنیا میں نجات کا ذریعہ بنائے۔(آمین)

اپالو10 اور 11 کے ذریعے ناسا نے چاند کی جو تصویر لی ہے اس سے صاف طور پر پتہ چلتا ہے کہ زمانہ ماضی میں چاند دو حصوں میں تقسیم ہوا تھا۔ یہ تصویر ناسا کی سرکاری ویب سائٹ پر موجود ہے اور تا حال تحقیق کا مرکز بنی ہوئی ہے۔ ناسا ابھی تک کسی نتیجے پر نہیں پہنچی ہے۔ اس تصویر میں را کی بیلٹ کے مقام پر چاند دو حصوں میں تقسیم ہوا نظر آتا ہے۔ ایک ٹی وی انٹرویو میں مصر کے ماہر ارضیات ڈاکٹر زغلول النجار سے میزبان نے اس آیت کریمہ کے متعلق پوچھا:

ترجمہ:۔"قیامت قریب آگئی اور چاند پھٹ گیا یہ (کافر) اگر کوئی معجزہ دیکھتے ہیں تو منہ پھیر لیتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں یہ پہلے سے چلا آتا ہوا جادو ہے۔ انہوں نے جھٹلایا اور اپنی خواہشوں کی پیروی کی اور ہر کام ٹھہرے ہوئے وقت پر مقرر ہے۔"۔(القمر،1-3)

(ڈاکٹر زغلول النجار یونیورسٹی جدہ میں ماہر ارضیات کے پروفیسر ہیں۔ قرآن مجید میں سائنسی حقائق کمیٹی کے سربراہ ہیں۔ اور مصر کی سپریم کونسل آف اسلامی امور کی کمیٹی کے بھی سربراہ ہیں)۔ انہوں نے میزبان سے کہا کہ اس آیت کریمہ کی وضاحت کے لیے میرے پاس ایک واقعہ موجود ہے۔ انہوں نے اس واقعہ کی وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ ایک دفعہ میں برطانیہ کے مغرب میں واقع کارڈف یونیورسٹی میں ایک لیکچر دے رہا تھا۔ جس کو سننے کے لیے مسلم اور غیر مسلم طلباء کی کثیر تعداد موجود تھی۔ قرآن میں بیان کردہ سائنسی حقائق پر جامع انداز میں گفتگو ہو رہی تھی کہ ایک نو مسلم نوجوان کھڑا ہوا اور مجھے اسی آیت کریمہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ سر کیا آپ نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان پر غور فرمایا ہے، کیا یہ قرآن میں بیان کردہ ایک سائنسی حقیقت نہیں ہے۔ ڈاکٹر زغلول النجار نے جواب دیتے ہوئے کہا کہ نہیں! کیونکہ سائنس کی دریافت کردہ حیران کن اشیاء یا واقعات کی تشریح سائنس کے ذریعے کی جاسکتی ہے مگر معجزہ ایک مافوق الفطرت شے ہے ،جس کو ہم سائنسی اصولوں سے ثابت نہیں کر سکتے۔ چاند کا دو ٹکڑے ہونا ایک معجزہ تھا جس کو اللہ تعالیٰ نے نبوت محمدی کی سچائی کے لیے بطور دلیل دکھایا۔ حقیقی معجزات ان لوگوں کے لیے قطعی طور پر سچائی کی دلیل ہوتے ہیں جو ان کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ ہم اس کو اس لیے معجزہ

تسلیم کرتے ہیں کیونکہ اس کا ذکر قرآن وحدیث میں موجود ہے۔اگر یہ ذکر قرآن وحدیث میں موجود نہ ہوتا تو ہم اوراس زمانے کے لوگ اس کو معجزہ تسلیم نہ کرتے۔علاوہ ازیں ہمارا اس پر بھی ایمان ہے کہ اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔پھر انہوں نے چاند کے دوٹکڑے ہونے کے واقعہ کو بیان کرتے ہوئے کہا کہ احادیث کے مطابق ہجرت سے 5 سال قبل قریش کے کچھ لوگ حضور ﷺ کے پاس آئے اور انہوں نے کہا کہ اگر آپ واقعی اللہ کے سچے نبی ہیں تو ہمیں کوئی معجزہ دکھائیں۔حضور ﷺ نے ان سے پوچھا کہ آپ لوگ کیا چاہتے ہیں؟انہوں نے ناممکن کام کا خیال کرتے ہوئے کہا کہ اس چاند کے دوٹکڑے کردو۔چنانچہ حضور ﷺ نے چاند کی طرف اشارہ کیا اور چاند کے دوٹکڑے ہوگئے حتیٰ کہ لوگوں نے حرا پہاڑ کو اس کے درمیان دیکھا یعنی اس کا ایک ٹکڑا پہاڑ کے اس طرف اور ایک ٹکڑا اس طرف ہو گیا۔ابن مسعودی فرماتے ہیں سب لوگوں نے اسے بخوبی دیکھا اور آپ ﷺ نے فرمایا دیکھو، یادرکھنا اور گواہ رہنا۔کفار مکہ نے یہ دیکھ کر کہا کہ یہ یہ رسول اللہ ﷺ کا جادو ہے(نعوذ باللہ)۔

کچھ اہل دانش لوگوں کا خیال تھا کہ جادو کا اثر صرف حاضر لوگوں پر ہوتا ہے۔اس کا اثر ساری دنیا پر تو نہیں ہوسکتا۔چنانچہ انہوں نے طے کیا کہ اب جو لوگ سفر سے واپس آئیں ان سے پوچھو کہ کیا انہوں نے بھی اس رات چاند کو دوٹکڑے دیکھا تھا۔چنانچہ جب وہ آئے ان سے پوچھا،انہوں نے بھی اس کی تصدیق کی کہ ہاں فلاں شب ہم نے چاند کے دوٹکڑے ہوتے دیکھا ہے۔کفار کے مجمع نے یہ طے کیا تھا کہ اگر باہر کے لوگ آکر یہی کہیں تو حضور ﷺ کی سچائی میں کوئی شک نہیں۔اب جو باہر سے آیا، جب بھی آیا، جس طرف سے آیا ہر ایک نے اس کی شہادت دی کہ ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔اس شہادت کے باوجود کچھ لوگوں نے اس معجزے کا یقین کرلیا مگر کفار کی اکثریت پھر بھی انکار پر اَڑی رہی۔

اسی دوران ایک برطانوی مسلم نوجوان کھڑا ہوا اور اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا کہ میرا نام داؤد موسیٰ پیٹ کاک ہے۔میں اسلامی پارٹی برطانیہ کا صدر ہوں۔وہ اپنی بات جاری رکھتے ہوئے بولا کہ سر!اگر آپ اجازت دیں تو اس موضوع کے متعلق میں بھی کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔مَیں نے کہا کہ ٹھیک ہے تم بات کرسکتے ہو!اس نے اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے کہا کہ اسلام قبول کرنے سے پہلے جب میں مختلف مذاہب کی تحقیق کررہا تھا،ایک مسلمان دوست نے مجھے قرآن پاک کی انگلش تفسیر پیش کی۔مَیں نے اس کا شکریہ ادا کیا اور اسے گھر لے آیا۔گھر آکر جب میں نے قرآن کو کھولا تو سب سے پہلے میری نظر جس صفحے پر پڑی وہ یہی سورۃ القمر کی ابتدائی آیات تھیں۔ان آیات کا ترجمہ اور تفسیر پڑھنے کے بعد میں نے اپنے آپ سے کہا کہ کیا اس بات میں کوئی منطق ہے؟ کیا یہ ممکن ہے کہ چاند کے دوٹکڑے ہوں اور پھر آپس میں دوبارہ جڑ جائیں۔وہ کونسی طاقت تھی کہ جس نے ایسا کیا؟ان آیات کریمہ نے مجھے اس بات پر آمادہ کیا کہ میں قرآن کا مطالعہ برابر جاری رکھوں۔کچھ عرصے کے بعد مَیں اپنے گھریلو کاموں میں مصروف ہوگیا مگر میرے اندر سچائی کو جاننے کی تڑپ کا اللہ تعالیٰ کو خوب علم تھا۔یہی وجہ ہے کہ خدا کا کرنا ایک دن ایسا ہوا کہ میں ٹی وی کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔ٹی وی پر ایک باہمی مذاکرے کا پروگرام چل رہا تھا۔جس میں ایک میزبان کے ساتھ تین امریکی ماہرین فلکیات بیٹھے ہوئے تھے۔ٹی وی شو کا میزبان سائنسدانوں پر الزامات لگا رہا تھا کہ اس وقت جب کہ زمین پر بھوک،افلاس، بیماری اور جہالت نے ڈھیرے ڈھالے ہوئے ہیں،آپ لوگ بے مقصد

خلامیں دورے کرتے پھر رہے ہیں۔ جتنا روپیہ آپ ان کاموں پر خرچ کر رہے ہیں وہ اگر زمین پر خرچ کیا جائے تو کچھ اچھے منصوبے بنا کر لوگوں کی حالت کو بہتر بنایا جاسکتا ہے۔ بحث میں حصہ لیتے ہوئے اور اپنے کام کا دفاع کرتے ہوئے ان تینوں سائنسدانوں کا کہنا تھا کہ یہ خلائی ٹیکنالوجی زندگی کے مختلف شعبوں ادویات، صنعت اور زراعت کو وسیع پیمانے پر ترقی دینے میں استعمال ہوتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم سرمائے کو ضائع نہیں کر رہے بلکہ اس سے انتہائی جدید ٹیکنالوجی کو فروغ دینے میں مدد مل رہی ہے۔ جب انہوں نے بتایا کہ چاند کے سفر پر آنے جانے کے انتظامات پر ایک کھرب ڈالر خرچ آتا ہے تو ٹی وی میزبان نے چیختے ہوئے کہا کہ یہ کیسا فضول پن ہے؟ ایک امریکی جھنڈے کو چاند پر لگانے کے لیے ایک کھرب ڈالر خرچ کرنا کہاں کی عقلمندی ہے؟ سائنسدانوں نے جواباً کہا کہ نہیں! ہم چاند پر اس لیے نہیں گئے کہ ہم وہاں جھنڈا اگاڑ سکیں بلکہ ہمارا مقصد چاند کی بناوٹ کا جائزہ لینا تھا۔ دراصل ہم نے چاند پر ایک ایسی دریافت کی ہے کہ جس کا لوگوں کو یقین دلانے کے لیے ہمیں اس سے دوگنی رقم بھی خرچ کرنا پڑ سکتی ہے۔ مگر تا حال لوگ اس بات کو نہ مانتے ہیں اور نہ کبھی مانیں گے۔ میزبان نے پوچھا کہ وہ دریافت کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیتے ہوئے کہا کہ ایک دن چاند کے دو ٹکڑے ہوئے تھے اور پھر یہ دوبارہ آپس میں مل گئے۔ میزبان نے پوچھا کہ آپ نے یہ چیز کس طرح محسوس کی؟ انہوں نے کہا کہ ہم نے تبدیل شدہ چٹانوں کی ایک ایسی پٹی وہاں دیکھی ہے کہ جس نے چاند کو اس کی سطح سے مرکز تک اور پھر مرکز سے اس کی دوسری سطح تک، کو کاٹا ہوا ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ ہم نے اس بات کا تذکرہ ارضیاتی ماہرین سے بھی کیا ہے۔ ان کی رائے کے مطابق ایسا ہرگز اس وقت تک نہیں ہوسکتا کہ کسی دن چاند کے دو ٹکڑے ہوئے ہوں اور پھر دوبارہ آپس میں جڑ بھی گئے ہوں۔ برطانوی مسلم نوجوان نے بتایا کہ جب میں نے یہ گفتگو سنی تو اپنی کرسی اچھل پڑا اور بے ساختہ میرے منہ سے نکلا کہ اللہ نے امریکیوں کو اس کام کے لیے تیار کیا کہ وہ کھربوں ڈالر لگا کر مسلمانوں کے معجزے کو ثابت کریں، وہ معجزہ کہ جس کا ظہور آج سے 14 سو سال قبل مسلمانوں کے پیغمبر ﷺ کے ہاتھوں ہوا۔ میں نے سوچا کہ اس مذہب کو ضرور سچا ہونا چاہیے۔ میں نے قرآن کو کھولا اور سورۃ القمر کو پھر پڑھا۔ درحقیقت یہی سورۃ میرے اسلام میں داخلے کا سبب بنی۔

(سبحان اللہ)

علاوہ ازیں انڈیا کے جنوب مغرب میں واقع مالابار کے لوگوں میں یہ بات مشہور ہے کہ مالابار کے ایک بادشاہ چکراوتی فارمس نے چاند کے دو ٹکڑے ہونے کا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ اس نے سوچا کہ ضرور زمین پر کچھ ایسا ہوا ہے کہ جس کے نتیجے میں یہ واقعہ رونما ہوا۔ چناچہ اس نے اس واقعے کی تحقیق کے لیے اپنے کارندے دوڑائے تو اسے خبر ملی کہ یہ معجزہ مکہ میں کسی نبی کے ہاتھوں رونما ہوا ہے۔ اس نبی کی آمد کی پیشین گوئی عرب میں پہلے سے ہی پائی جاتی تھی۔ چناچہ اس نے نبی ﷺ سے ملاقات کا پروگرام بنایا اور اپنے بیٹے کو اپنا قائم مقام بنا کر عرب کی طرف سفر پر روانہ ہوا۔ وہاں اس نے نبی رحمت ﷺ کی بارگاہ میں حاضری دی اور مشرف با اسلام ہوا۔

نبی کریم ﷺ کی ہدایت کے مطابق جب وہ واپسی سفر پر گامزن ہوا تو یمن کے ظفر ساحل پر اس نے وفات پائی۔ یمن میں اب بھی اس کا مقبرہ موجود ہے۔ جس کو ''ہندوستانی راجہ کا مقبرہ'' کہا جاتا ہے اور لوگ اس کو دیکھنے کے لیے وہاں کا سفر بھی کرتے ہیں۔ اسی معجزے کے

رونما ہونے کی وجہ سے اور راجہ کے مسلمان ہونے کے سبب مالابار کے لوگوں نے اسلام قبول کیا تھا۔ اس طرح انڈیا میں سب سے پہلے اسی علاقے کے لوگ مسلمان ہوئے۔ بعدازاں انہوں نے عربوں کے ساتھ اپنی تجارت کو بڑھایا۔ نبی کریم ﷺ کی بعثت سے قبل عرب کے لوگ اسی علاقے کے ساحلوں سے گزر کر تجارت کی غرض سے چین جاتے تھے۔ یہ تمام واقعہ اور مزید تفصیلات لندن میں واقع ''انڈین آفس لائبیریری'' کے پرانے مخطوطوں میں ملتا ہے۔ جس کا حوالہ نمبر (173-Arabic, 2807,152) ہے۔ اس واقعہ کا ذکر ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے پنی کتاب ''محمد رسول اللہ ﷺ'' میں بھی کیا ہے۔ ناسا کی یہ تصویر اور سائنسدانوں کے بیانات سے یہ بات ثابت ہوجاتی ہے کہ قرآن کریم نے جس واقعہ کا ذکر آج سے 14 سو سال پہلے کیا تھا وہ بالکل برحق ہے۔ یہ نا صرف قرآن مجید کی سچائی کی ایک عظیم الشان دلیل ہے بلکہ یہ ہمارے پیارے نبی، امام الانبیاء ﷺ کی رسالت کی بھی لاریب گواہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے ایمان کو اکمل وکامل کرے اور ہمیں قرآن وحدیث کے مطابق اپنے عملوں کو سنوارنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

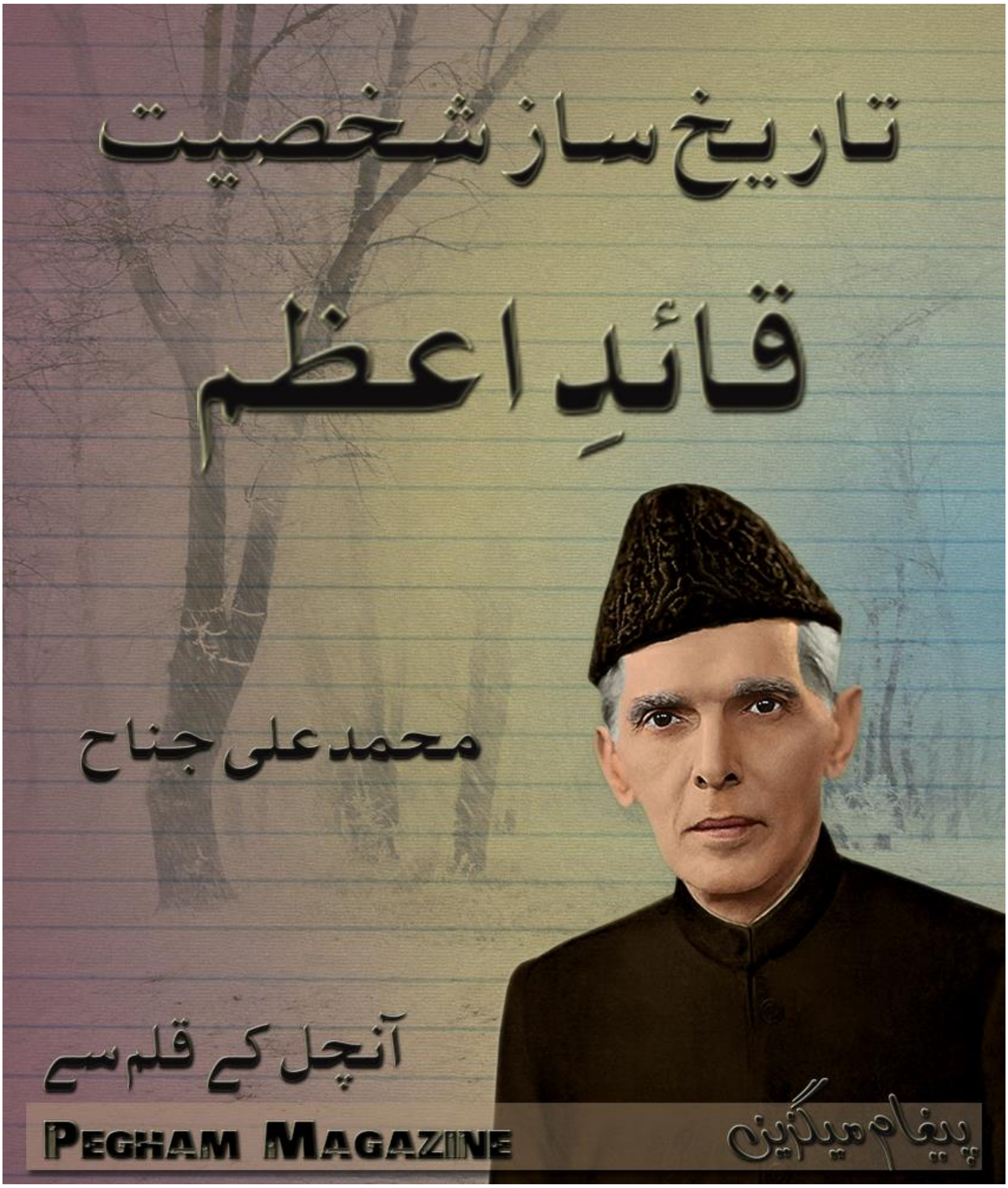
تاریخ ساز شخصیت
قائدِ اعظم
محمد علی جناح
آنچل کے قلم سے
PEGHAM MAGAZINE
پیغام میگزین

قائداعظم محمد علی جناحؒ 25دسمبر 1876 کو کراچی میں پیدا ہوئے۔آپ ک والد پونجا جناح چمڑے کے تاجر تھے۔9سال کی عمر میں سندھ مدرسہ ہائی سکول کراچی میں داخل ہوئے ۔15 سال کی عمر میں آپ کی شادی ایمی بائی سے ہوگئی۔1892 میں اعلیٰ تعلیم کیلئے لندن تشریف لے گئے۔آپ لندن ہی میں زیر تعلیم تھے کہ برصغیر میں آپ کی زوجہ انتقال کرگئیں۔ قانون کی ڈگری حاصل کرنے اور تعلیم سے فراغت کے بعد 1896 میں ہندوستان واپس تشریف لے آئے۔1997 میں بمبئی میں وکالت کی پریکٹس شروع کردی۔ان دنوں مسلم لیگ مسلمانوں کی ایک نمائندہ جماعت تھی۔ آپ نے مسلم لیگ میں شمولیت اختیار کرلی اور مسلمانانِ برصغیر کو ان کے جائز حقوق دلانے ک لئے کوششیں شروع کردیں۔آپ نے کہا کہ مسلمان اور ہندو دو الگ قومیں ہیں اور ان میں کوئی بھی چیز مشترک نہیں۔دونوں قوموں کو ایک سلطنت میں یکجا کرنے کا نتیجہ تباہی اور بربادی کے سوا کچھ نہیں ہوگا۔ان کے لئے علیحدہ وطن ضروری ہے 1929

میں 14 نکات پر مشتمل ایک فارمولہ پیش کیا جس میں مسلمانوں کے جائز مطالبات پیش کئے۔23مارچ 1940 کو ایک تاریخی قرارداد منظور ہوئی جس کی قیادت قائداعظمؒ نے کی۔ آپ کی مسلسل، انتھک اور مخلصانہ کوششیں رنگ لائیں اور بالآخر 14 اگست 1947 کو مسلمانوں کو ایک الگ وطن نصیب ہو۔ بلاشبہ قیام پاکستان کی ایک بڑی وجہ قائداعظمؒ کی بہترین رہنمائی ہی تھی۔آپ نے جس طرح انگریزوں اور ہندوؤں کا مقابلہ کیا وہ خاص طور پر قابل تعریف ہے۔علی گڑھ یونیورسٹی کے طلباء س خطاب کرتے ہوئے آپ نے ایک دفعہ فرمایا تھا کہ ''فیصلہ کرنے سے پہلے سو دفعہ سوچو لیکن جب ایک دفعہ فیصلہ کرلو تو پھر اس پر ڈٹ جاؤ۔'' دن رات کی مصروفیت کی وجہ سے قائد اعظم کی صحت خراب رہنا شروع ہوگئی۔آپ کو آرام کا موقع بہت کم ملتا۔مسلمانوں کے یہ عظیم رہنما 11 ستمبر 1948 کو خالق حقیقی سے جا ملے۔لیکن آپ کا نام تاقیامت پاکستانیوں کے دلوں میں ہمیشہ زندہ رہے گا۔

قائدِ اعظم زندہ باد پاکستان پائیندہ باد

قائدِ اعظم کے اقوالِ زریں

قائداعظم نے 17 ستمبر 1944ء کو گاندھی جی کے نام اپنے ایک خط میں تحریر فرمایا:-

قرآن مسلمانوں کا ضابطہ حیات ہے۔ اس میں مذہبی اور مجلسی، دیوانی اور فوجداری، عسکری اور تعزیری، معاشی اور معاشرتی سب شعبوں کے احکام موجود ہیں۔ یہ مذہبی رسوم سے لے کر جسم کی صحت تک، جماعت کے حقوق سے لے کر فرد کے حقوق تک، اخلاق سے لے کر انسدادِ جرائم تک، زندگی میں سزا و جزا سے لے کر آخرت کی جزا و سزا تک غرض کہ ہر قول و فعل اور ہر حرکت پر مکمل احکام کا مجموعہ ہے۔ لہذا جب میں کہتا ہوں کہ مسلمان ایک قوم ہیں تو حیات اور مابعد حیات کے ہر معیار اور پیمانے کے مطابق کہتا ہوں

10 ستمبر 1945ء کو عیدالفطر کے موقع پر قائداعظم نے فرمایا:-

ہمارا پروگرام قرآنِ کریم میں موجود ہے۔ تمام مسلمانوں پر لازم ہے کہ قرآن غور سے پڑھیں۔ قرآنی پروگرام کے ہوتے ہوئے مسلم لیگ مسلمانوں کے سامنے کوئی دوسرا پروگرام پیش نہیں کر سکتی

13 اپریل 1948ء کو اسلامیہ کالج پشاور میں تقریر کرتے ہوئے بانی پاکستان نے فرمایا:-

ہم نے پاکستان کا مطالبہ زمین کا ایک ٹکڑا حاصل کرنے کے لیے نہیں کیا بلکہ ہم ایسی جائے پناہ چاہتے تھے جہاں ہم اسلامی اصولوں کے مطابق زندگی بسر کر سکیں

قائدِ اعظم کے اقوالِ زریں

آل انڈیا مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کے اجلاس منعقدہ 15 نومبر 1942ء میں قائداعظم نے وہ بصیرت افروز اور چشم کشا خطاب کیا جس کی ضیا باری سے آج بھی تاریخ پاکستان روشن ہے۔ قائداعظم نے فرمایا:-

"مجھ سے اکثر پوچھا جاتا ہے کہ پاکستان کا طرز حکومت کیا ہوگا؟ پاکستان کے طرز حکومت کا تعین کرنے والا میں کون ہوتا ہوں۔ مسلمانوں کا طرز حکومت آج سے تیرہ سو سال قبل قرآن کریم نے وضاحت کے ساتھ بیان کر دیا تھا۔ الحمدللہ، قرآن مجید ہماری رہنمائی کے لیے موجود ہے اور قیامت تک موجود رہے گا

6 دسمبر 1943 کو کراچی میں آل انڈیا مسلم لیگ کے 31 ویں اجلاس سے خطاب کے دوران قائداعظم نے فرمایا:-

وہ کون سا رشتہ ہے جس سے منسلک ہونے سے تمام مسلمان جسد واحد کی طرح ہیں، وہ کون سی چٹان ہے جس پر ان کی ملت کی عمارت استوار ہے، وہ کون سا لنگر ہے جس پر امت کی کشتی محفوظ کر دی گئی ہے؟ وہ رشتہ، وہ چٹان، وہ لنگر اللہ کی کتاب قرانِ کریم ہے۔ مجھے امید ہے کہ جوں جوں ہم آگے بڑھتے جائیں گے، قرآنِ مجید کی برکت سے ہم میں زیادہ سے زیادہ اتحاد پیدا ہوتا جائے گا۔ ایک خدا، ایک کتاب، ایک رسول، ایک امت

قائدِ اعظم کے اقوالِ زریں

1947ء کو انتقالِ اقتدار کے موقع پر جب حکومت برطانیہ کی نمائندگی کرتے ہوئے لارڈ ماونٹ بیٹن نے اپنی تقریر میں کہا کہ:
میں امید کرتا ہوں کہ پاکستان میں اقلیتوں کے ساتھ ویسا ہی سلوک ہوگا اور ویسے ہی اصول پیش نظر رکھے جائیں گے جن کی مثالیں اکبر اعظم کے دور میں ملتی ہیں

تو اس پر قائد اعظم نے برجستہ فرمایا:
وہ رواداری اور خیر سگالی جو شہنشاہ اکبر نے غیر مسلموں کے حق میں برتی کوئی نئی بات نہیں۔ یہ تو مسلمانوں کی تیرہ صدی قبل کی روایت ہے۔ جب پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہودیوں اور عیسائیوں پر فتح حاصل کرنے کے بعد ان کے ساتھ نہ صرف انصاف بلکہ فیاضی کا برتاو کرتے تھے۔ مسلمانوں کی ساری تاریخ اس قسم کے واقعات سے بھری پڑی ہے۔ ہم پاکستانی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کی روشنی میں ہی پاکستان کا نظام چلائیں گے

14 فروری 1948ء کو قائد اعظم نے بلوچستان میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا:-
میرا ایمان ہے کہ ہماری نجات کا واحد ذریعہ اس سنہری اصولوں والے ضابطہ عمل میں ہے جو ہمارے عظیم واضع قانون پیغمبر اسلام نے ہمارے لیے قائم کر رکھا ہے۔ ہمیں اپنی جمہوریت کی بنیادیں سچے اخلاقی اصولوں اور تصورات پر رکھنی چاہئیں۔ اسلام کا سبق یہ ہے کہ مملکت کے امور و مسائل کے بارے میں فیصلے باہمی بحث وتمحیص اور مشوروں سے کیا کرو۔

قائدِ اعظم کے اقوالِ زریں

یکم جولائی 1948ء کو سٹیٹ بنک آف پاکستان کا افتتاح کرتے ہوئے قائد اعظم نے فرمایا:-
میں اشتیاق اور دل چسپی سے معلوم کرتا رہوں گا کہ آپ کی ریسرچ آرگنائزیشن بینکاری کے ایسے طریقے کس خوبی سے وضع کرتی ہے جو معاشرتی اور اقتصادی زندگی کے اسلامی تصورات کے مطابق ہوں۔ مغرب کے معاشی نظام نے انسانیت کے لیے بے شمار مسائل پیدا کر دیے ہیں اکثر لوگوں کی یہ رائے ہے کہ مغرب کو اس تباہی سے کوئی معجزہ ہی بچا سکتا ہے۔ یہ تباہی مغرب کی وجہ سے ہی دنیا کے سر منڈلا رہی ہے۔ مغربی نظام انسانوں کے مابین انصاف اور بین الاقوامی میدان میں آویزش اور چپقلش دور کرنے میں ناکام رہا ہے

مغرب کے اقتصادی نظام پر تنقید کرتے ہوئے اسی خطاب میں آپ نے فرمایا:-
اگر ہم نے مغرب کا معاشی نظریہ اور نظام ہی اپنا لیا تو عوام کی خوشحالی حاصل کرنے کے لیے ہمیں کوئی مدد نہ ملے گی۔ اپنی تقدیر ہمیں اپنے منفرد انداز میں بنانا پڑے گی۔ ہمیں دنیا کے سامنے ایک مثالی معاشی نظام پیش کرنا ہے جو انسانی مساوات اور معاشی انصاف کے سچے اسلامی تصورات پر قائم ہو۔ ایسا نظام پیش کر کے ہم بحیثیت مسلمان اپنا مشن پورا کریں گے۔ انسانیت کو حقیقی امن کا پیغام دیں گے۔ صرف ایسا امن ہی انسانیت کو جنگ سے بچا سکتا ہے۔ صرف ایسا امن ہی بنی نوع انسان کی خوشی اور خوشحالی کا امین و محافظ ہے

25 جنوری 1948ء کراچی بار ایسوسی ایشن کے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:-
آج ہم یہاں دنیا کی عظیم ترین ہستی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نذرانہء عقیدت پیش کرنے کے لیے جمع ہوئے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزت و تکریم کروڑوں عام انسان ہی نہیں کرتے بلکہ دنیا کی تمام عظیم شخصیات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے سر جھکاتی ہیں۔ وہ عظیم مصلح تھے، عظیم رہنما تھے، عظیم واضع قانون تھے، عظیم سیاستدان تھے اور عظیم حکمران تھے، ہم ان کی تعلیمات پر عمل کرتے رہے تو کسی میدان میں کبھی بھی ناکامی نہ ہو گی

آخر میں ہم قائداعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ کا وہ خطاب آپ کے سامنے رکھنا چاہتے ہیں جوان کے کردار کی سچائی کی سچی اور کھری شہادت کے طور پر تاریخ کے سینے پر چمک رہا ہے۔ یہ خطاب آپ نے 30 جولائی 1948ء کو لاہور میں اسکاوٹ ریلی سے کیا تھا۔آپ نے فرمایا:-

میں نے بہت دنیا دیکھ لی۔ اللہ تعالی نے عزت، دولت، شہرت بھی بے حساب دی۔اب میری زندگی کی ایک ہی تمنا ہے کہ مسلمانوں کو باوقار و سربلند دیکھوں۔ میری خواہش ہے کہ جب مروں تو میرا دل گواہی دے کہ جناح نے اللہ کے دین اسلام سے خیانت اور پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت سے غداری نہیں کی۔ مسلمانوں کی آزادی، تنظیم، اتحاد اور مدافعت میں اپنا کردار ٹھیک ادا کیا اور میرا اللہ کہے کہ اے میرے بندے! بے شک تو مسلمان پیدا ہوا۔ بے شک تو مسلمان مرا۔

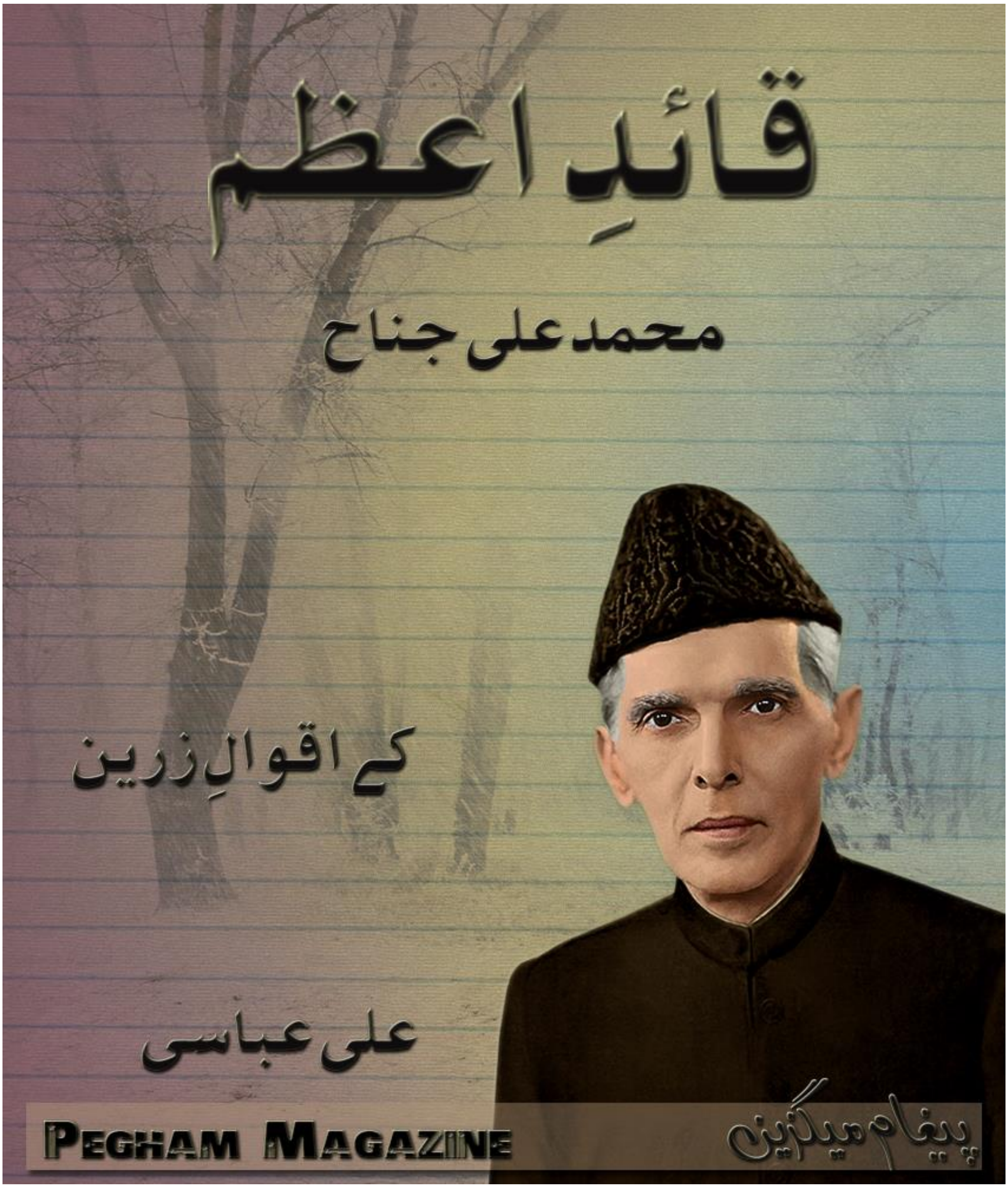
قائدِ اعظم
محمد علی جناح
کے اقوالِ زرین
علی عباسی
PEGHAM MAGAZINE
پیغام میگزین

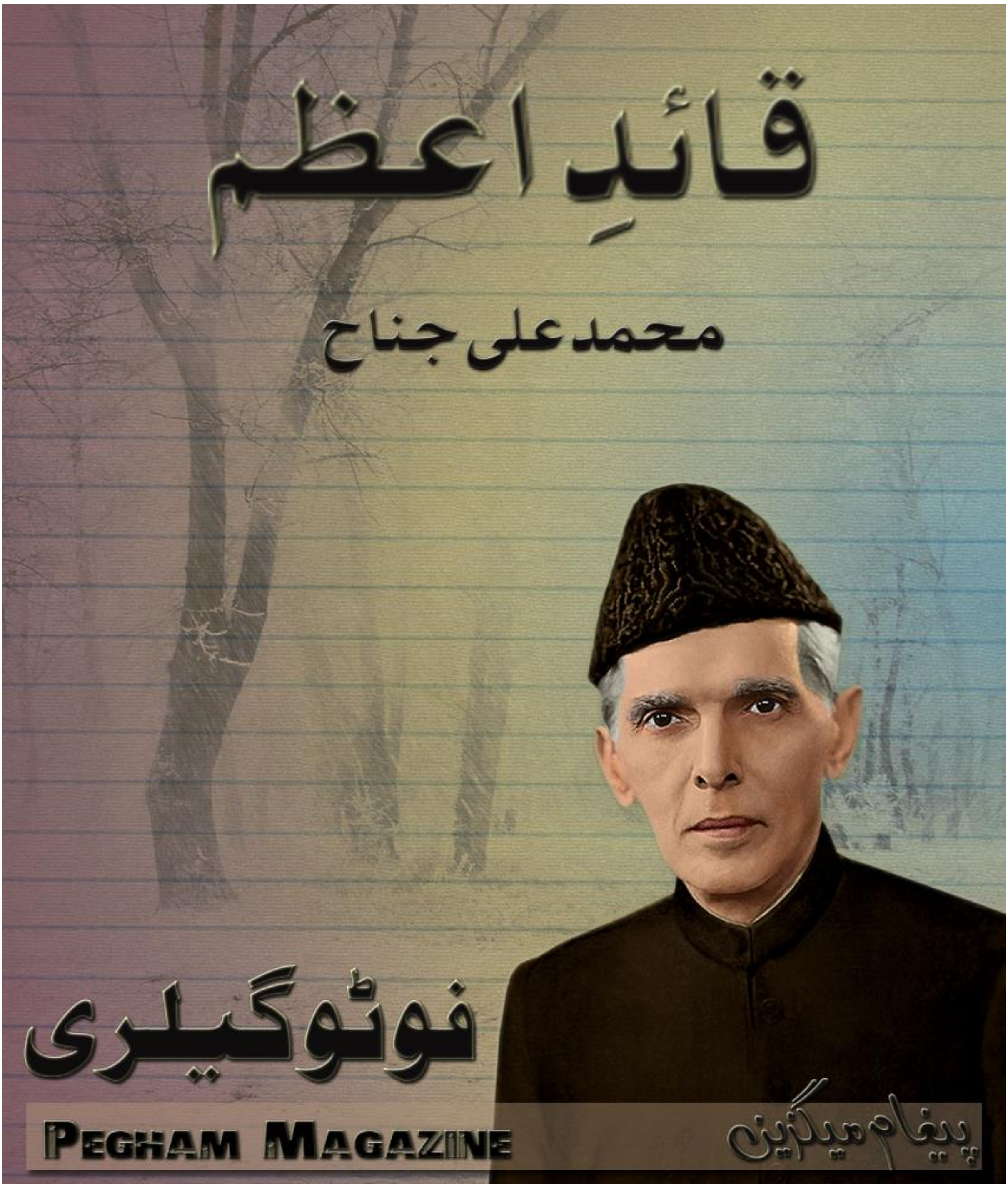
قائدِ اعظم
محمد علی جناح
فوٹوگیلری
PEGHAM MAGAZINE
پیغام میگزین

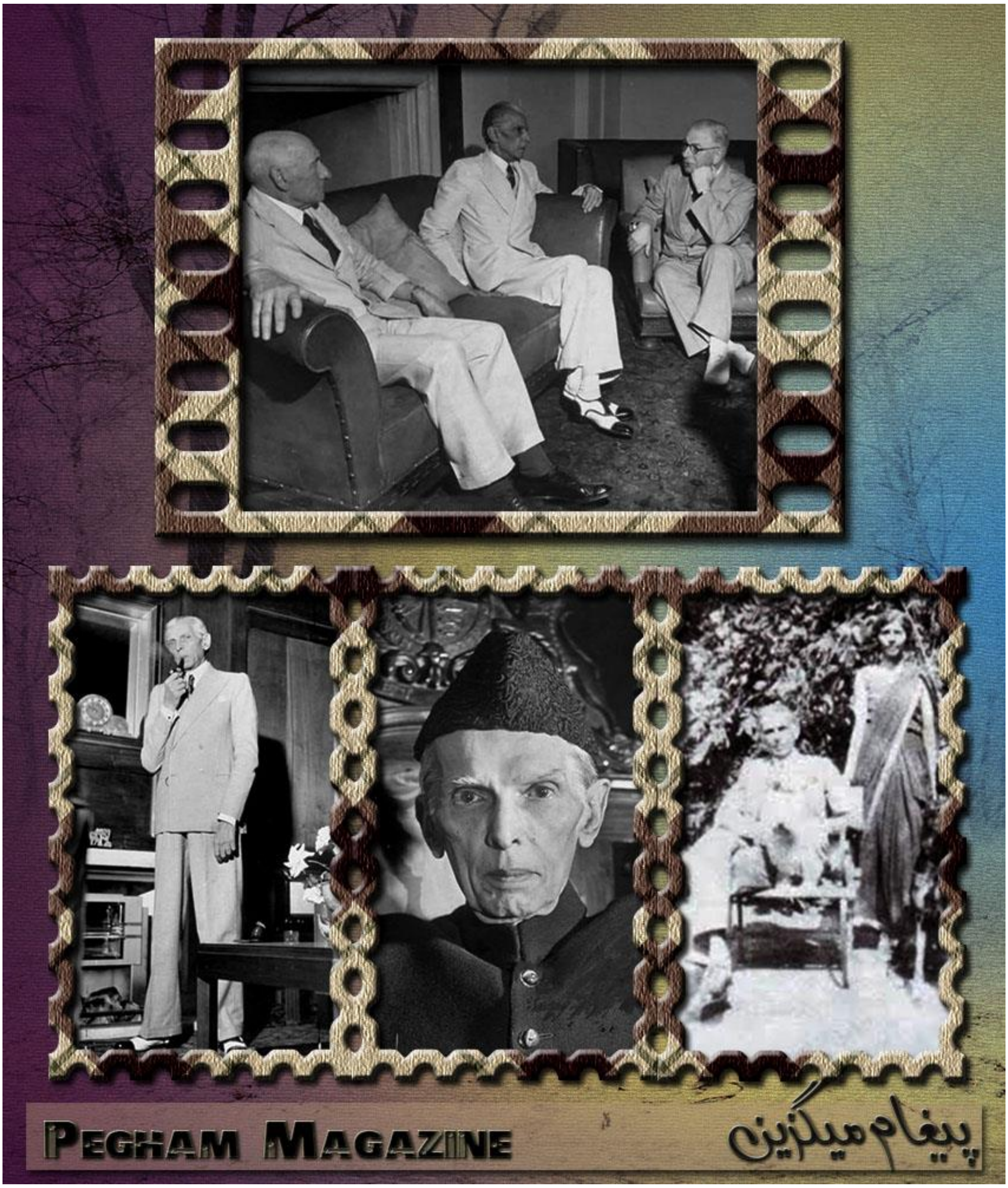
PEGHAM MAGAZINE
پیغام میگزین

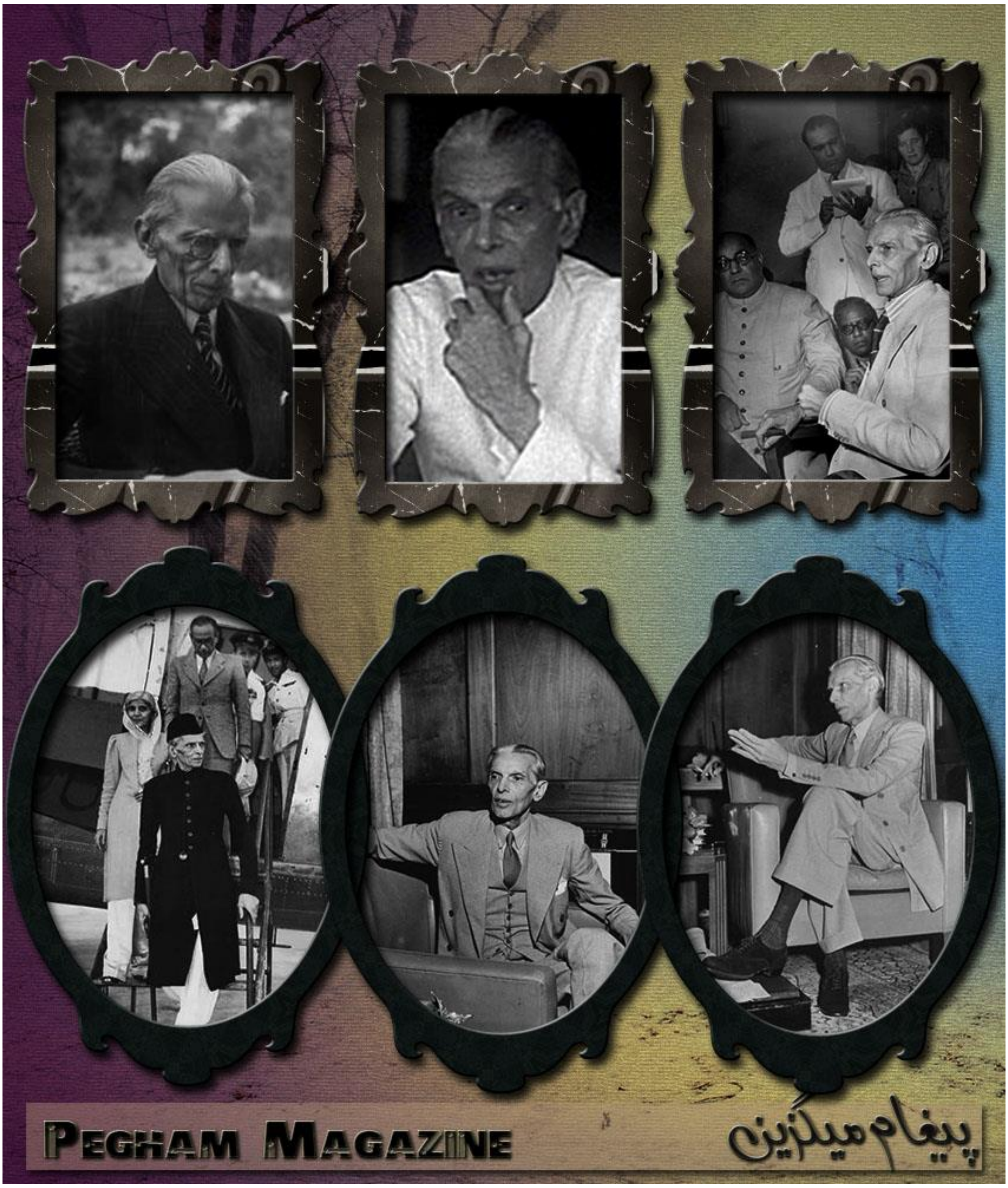
PEGHAM MAGAZINE
پیغام میگزین

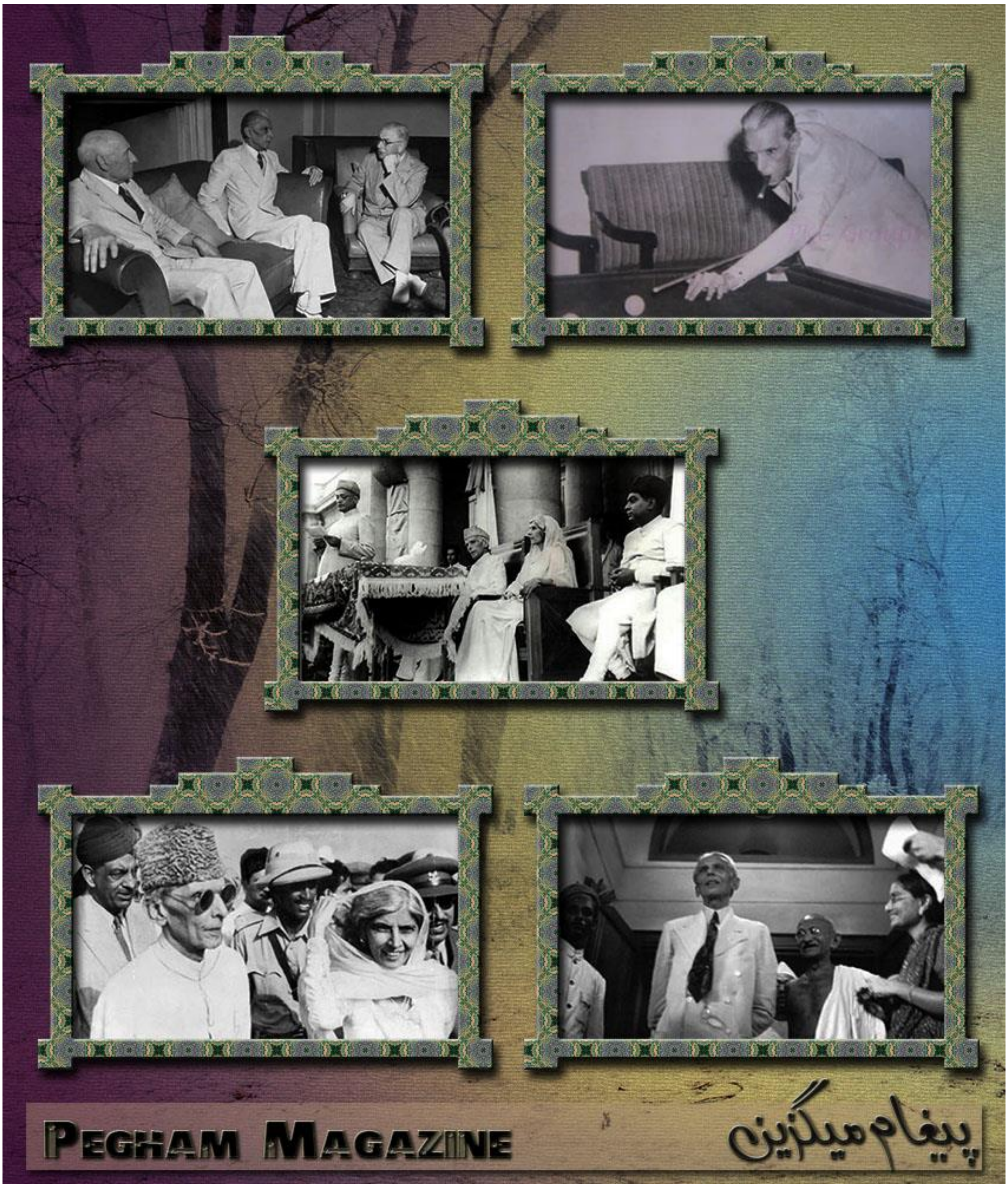
PEGHAM MAGAZINE
پیغام میگزین

بھیگتی شام تھی دسمبر کی
اور سردی کے سخت پہرے میں
تیری باتوں کی زنگیں حدّت
تیرے لہجے میں بولتی شدّت
تیری آنکھوں میں کھیلتی شوخی
تیری پلکوں پہ جاگتے سپنے
اور مسکان تیرے ہونٹوں کی
جیسے بارش میں دھوپ نکلی ہو
بھیگتی شام تھی دسمبر کی
اور سردی کے سخت پہرے میں
ایک انمول چائے کے کپ نے کتنے لفظوں کو دے دیے معنی
کتنی یادوں کو دھڑکنیں دے دیں
تیری قربت کے نور سے روشن، میری آنکھوں میں آ سجے لمحے
میرے ہاتھوں پہ مسکرا اٹھی، تیرے ہاتھوں کے لمس کی خوشبو
کتنی معصوم آرزوؤں نے یاد کی ڈائری میں رکھے تھے
سرخ کچھ پھول تیری چاہت کے
تیری پلکوں پہ جاگتے سپنے
تیرے ہاتھوں کے لمس کی خوشبو
میرے بے ربط سے کئی جملے
اور اسی شام میں دسمبر کی
دل میں جیسے بہار کا موسم پورے جوبن پہ مسکراتا ہو
جیسے بادل خوشی کے عالم میں گیت چاہت کے گنگناتا ہو
جیسے قوس قزح سے لکھا ہو آسماں پر غزل کا اک مصرعہ
جس طرح روشنی ستاروں کی، جس طرح آبشار کا نغمہ
اور اسی شام میں دسمبر کی
سانس لینے کو مسکرانے کو
نت نئے خواب بن رہے تھے ہم
زندگانی میں روشنی کے لیے
کتنی یادوں کو چن رہے تھے ہم

2

چاندنی دسمبر کی
رات اُس نے پوچھا تھا
تم کو کیسی لگتی ہے
چاندنی دسمبر کی
میں نے کہنا چاہا تھا
سال و ماہ کے بارے میں
گفتگو کے کیا معنی
چاہے کوئی منظر ہو
دشت ہو دسمبر ہو
جون ہو دسمبر ہو
دھڑکنوں کا ہر نغمہ
منظروں پہ بھاری ہے
ساتھ جب تمہارا ہو
دل کو اک سہارا ہو
ایسا لگتا ہے جیسے
اک نشہ سا طاری ہے
لیکن اُس کی قربت میں
کچھ نہیں کہا میں نے
تکتی رہ گئی مجھ کو
چاندنی دسمبر کی۔۔

3

پھر دسمبر کی یکم آئی ہے اور وہی پرانی یخ بستہ راتیں
پھر تیری یادیں ہیں دل میں اور دسمبر کی راتیں
دن تو کسی طور کٹ ہی جاتا ہے اے متاعِ زیست
مگر مجھے سونے نہیں دیتیں یہ دسمبر کی راتیں
یہ دو ہی چیزیں جاں کا عذاب بنی ہیں ہمدم
اک ہر قدم پہ رقیب دوسری یہ دسمبر کی راتیں
تو اسی موسم میں مجھ کو تنہا چھوڑ گیا تھا
میرا گواہ ہے یہ چاند اور دسمبر کی راتیں
ہر ماہ کی راتیں اترتی ہیں میرے آنگن میں
جانے کیوں مجھے پاگل سا کر دیتی ہیں یہ دسمبر کی
راتیں
میری کل محبت کا حاصل بس یہی ہے فیاض
بکھرے پھول تیز ہوائیں اور دسمبر کی راتیں

چاندنی دسمبر کی-----

رات اُس نے پوچھا تھا
تم کو کیسی لگتی ہے
چاندنی دسمبر کی
میں نے کہنا چاہا تھا
سال و ماہ کے بارے میں
گفتگو کے کیا معنی
چاہے کوئی منظر ہو
دشت ہو دسمبر ہو
جون ہو دسمبر ہو
دھڑکنوں کا ہر نغمہ
منظروں پہ بھاری ہے
ساتھ جب تمہارا ہو
دل کو اک سہارا ہو
ایسا لگتا ہے جیسے
اک نشہ سا طاری ہے
لیکن اُس کی قربت میں
کچھ نہیں کہا میں نے
تکتی رہ گئی مجھ کو
چاندنی دسمبر کی-----

دسمبر کی آس

دسمبر جب بھی آتا ہے
وہ پگلی-----
پھر سے بیتے موسموں کی
تلخیوں کو
یاد کرتی ہے
پرانا کارڈ پڑھتی ہے
کہ جس میں اُس نے
لکھا تھا
میں لوٹوں گا دسمبر میں

نئے کپڑے بناتی ہے
وہ سارا گھر سجاتی ہے
دسمبر کے ہر اک دن کو
وہ گن گن کر بتاتی ہے
جونہی 15 گزرتی ہے
وہ کچھ کچھ ٹوٹ جاتی ہے
مگر پھر بھی
پرانی البموں کو کھول کر
ماضی بلاتی ہے!!!
نہیں معلوم یہ اُس کو
کہ بیتے وقت کی خوشیاں
بہت تکلیف دیتی ہیں
محض دل کو جلاتی ہیں---
یونہی دن بیت جاتے ہیں
دسمبر لوٹ جاتا ہے
مگر وہ خوش فہم لڑکی---
دوبارہ سے کیلنڈر میں
دسمبر کے مہینے کے صفحے کو
موڑ کر، پھر سے
پھر سے
دسمبر کے سحر میں
ڈوب جاتی ہے
کہ آخر اُس نے لکھا
تھا---
میں لوٹوں گا دسمبر میں

آخری چند دن دسمبر کے
ہر برس ہی گراں گزرتے ہیں
خواہشوں کے نگار خانوں سے
کیسے کیسے گماں گزرتے ہیں

رفتگاں کے بکھرتے سالوں کی
ایک محفل سی دل میں سجتی ہے
فون کی ڈائری کے صفحوں سے
کتنے نمبر پکارتے ہیں مجھے
جن سے مربوط بے نوا گھنٹی
اب فقط میرے دل میں بجتی ہے

کس قدر پیارے پیارے ناموں پر
رینگتی بادنُما لکیریں سی
میری آنکھوں میں پھیل جاتی ہیں
دُوریاں دائرے بناتی ہیں ---

دھیان کی سیڑھیوں پہ کیا کیا عکس
مشعلیں درد کی جلاتے ہیں
ایسے کاغذ پہ پھیل جاتے ہیں
حادثے کے مقام پر جیسے
خون کے سوکھے ہوے ءنشانوں پر
چاک کی لائنیں لگاتے ہیں

ہر دسمبر کے آخری دن میں
ہر برس کی طرح سے اب کے بھی
ڈائری اِک سوال کرتی ہے

کیا خبر اس برس کے آخر تک
میرے اِن بے چراغ صفحوں سے
کتنے ہی نام کٹ گے ءہونگے
کتنے نمبر بکھر کے رستوں میں
گردِ ماضی سے اَٹ گے ءہونگے

خاک کی ڈھیریوں کے دامن میں
کتنے طوفاں سمٹ گے ءہونگے

ہر دسمبر میں سوچتا ہوں میں
ایک دن اس طرح بھی ہونا ہے
رنگ کو روشنی میں کھونا ہے
اپنے اپنے گھروں میں رکھی ہوئَ
ڈائری دوست دیکھتے ہونگے
اُن کی آنکھوں کے خاکدانوں میں
ایک صحرا سا پھیلتا ہوگا
اور کچھ بے نشان صفحوں سے
نام میرا ابھی کٹ گیا ہوگا

مجھ سے پوچھتے ہیں لوگ
کس لئے دسمبر میں
یوں اُداس رہتا ہوں
کوئی دُکھ چھپاتا ہوں
یا کسی کے جانے کا
سوگ میں مناتا ہوں
آپ میرے البم کا
صفحہ صفحہ دیکھیں* گے؟
آیئے دِکھاتا ہوں
ضبط آزماتا ہوں
سردیوں کے موسم میں
گرم گرم کافی کے
چھوٹے چھوٹے سِپ لے کر
کوئی مجھ سے کہتا تھا
ہائے اس دسمبر میں
کس بلا کی سردی ہے
کتنا ٹھنڈا موسم ہے
کتنی یخ ہوائیں ہیں
آپ بھی عجب شے ہیں
اتنی سخت سردی میں
ہو کے اتنے بے پروا
جینز اور ٹی شرٹ میں
کس مزے سے پھرتے ہیں
شال بھی مجھے دے دی
کوٹ بھی اوڑھا ڈالا
پھر بھی کانپتی ہوں میں
چلئے اب شرافت سے
پہن لیجئے سویٹر
آپ کے لئے میں* نے
بُن لیا تھا دو دن میں
کتنا مان تھا اس کو
میری اپنی چاہت پر
اب بھی ہر دسمبر میں
اس کی یاد آتی ہے
گرم گرم کافی کے
چھوٹے چھوٹے سِپ لے کر
ہاتھ گال پر رکھے
حیرت و تعجب سے
مجھ کو دیکھتی رہتی
اور مسکرا دیتی
شوخ و سرد لہجے میں
مجھ سے پھر وہ کہتی تھی
اتنے سرد موسم میں
آدھی سلیوز کی ٹی شرٹ
اس قدر نہ اترائیں
سیدھے سیدھے گھر جائیں
اب کی بار جب آئیں
براؤن ٹراؤزر کے ساتھ
بلیک ہائی نیک پہنیں
کوٹ کوئی ڈھنگ سا لے لیں
ورنہ میں* قسم سے پھر
ایسے روٹھ جاؤں* گی
سامنے نہ آؤں گی
ڈھونڈتے ہی رہیئے گا
پاس بیٹھے ابّو کے
پالیٹکس پر کیجئے گرم گرم ڈسکشن
کافی لے کے کمرے میں مَیں تو پھر نہ آؤں* گی
خالی خالی نظروں* سے آپ ان خلاؤں* میں
یوں ہی تکتے رہیئے گا
اور بے خیالی پر ڈانٹ کھاتے رہیئے گا
کتنی مختلف تھی وہ
سب سے منفرد تھی وہ
اپنی ایک لغزش سے
میں نے کھو دیا اس کو
اب بھی ہر دسمبر میں
اس کی یاد آتی ہے

وہ دسمبر جیسا تھا

وہ دسمبر جیسا ہی تو ہے
ٹھنڈا ٹھار
نہ جزبوں میں گرمی
نہ لہجے میں تپش
نہ وعدوں میں وفا
نہ دل میں جفا
پھر بھی بھلا سا کیوں لگتا ہے؟
جیسے!
دسمبر کی سرد رات
اس رات میں تنہا پھرنا
اور خود سے باتیں کرنا
خود ہی سوال کرنا
پھر خود ہی جواب بھی دینا
کتنی مشابہت ہے تم دونوں میں
وہ بھی سرد، تم بھی سرد
وہ بھی چپ، تم بھی خاموش
وہ بھی مغرور، تم بھی کٹھور۔۔۔

اسے کہنا
دسمبر پھر لوٹ آیا ہے،
ہوائیں سرد ہیں
وادیاں بھی دھند میں گم ہیں،
پہاڑوں نے برف کی شال
پھر سے اوڑھ رکھی ہے
سبھی راستے تمہاری یادمیں
پرنم لگتے ہیں
جنہیں شرف محبت تھا
وہ سارے کارڈ، وہ پرفیوم،
وہ چھوٹی سی ڈائری، وہ ٹیرس
وہ چائے جو ہم نے ساتھ پی تھی
تمہاری یاد دلاتے ہیں
تمہیں واپس بلاتے ہیں
اسے کہنا،
دیکھو یوں ستاؤ نہ
دسمبر لوٹ آیا ہے
تم بھی لوٹ آؤ نہ

1

اسے کہنا
ڈسمبر کی سرد ہوائیں
لوٹ آئی ہیں
اماوس رات کو اسکی یاد
کسی جگنو کی مانند
میرے آسپاس روشنیاں بکھیرتی
رہتی ہے
اسے کہنا
اپنی یادوں کو سمجھا جائے
کہ
اسکے بنا مجھے
روشنیاں اچھی نہیں لگتیں

2

ابھی کچھ لمحے باقی ہیں
رواں سال ختم ہونے میں
چلو ایسا کریں ہم تم
گلے شکوے جو رہتے ھیں
ہمیشہ درمیاں اپنے
انہیں ہم ختم کر ڈالیں
نئے وعدے نئی قسمیں
نئی بنیاد ھم باندھیں
نئے انداز سے جیون کا
ایک اک رخ بدل ڈالیں
دلوں میں ہے کدورت جو
ہم اس کو ختم کر ڈالیں
ابھی کچھ وقت باقی ہے
نیا پھر سال آنے میں

3

ابھی لمحے نہیں بکھرے
ابھی موسم نہیں بچھڑے
میرے کمرے کی ٹھنڈک میں
ابھی کچھ دھوپ باقی ہے
میری ڈائری کے کچھ صفحے
ابھی کچھ کہ نہیں پائے
میرے آنگن کے سب پودے
ابھی بھی گنگناتے ہیں
میرے بے جان ہونٹوں پر
ابھی مسکان باقی ہے
کسی کے لوٹ آنے کا
ابھی امکان باقی ہے
دسمبر بات اک سن لو
سنو تم مان جاؤ نا
کہ جب تک وہ نہیں آتا
دسمبر تم نہ جاؤ نا

4

بیت گئے سارے مہینے سال کے
اب پھر لوٹ آیا ہیں دسمبر
میرے غمو کا موسم جاتا نہیں
یا اللہ کچھ مجھ پر کرم کر
جب بھی اسکی یاد آتی ہیں مجھکو
نہیں سو پاتا ہوں ایک کروٹ پر
اب تو سردی بھی نہیں لگتی دسمبر میں
نہیں رکھتا میں ایک بھی کپڑا ابدن پر
اللہ تو لوٹا دے پھر سے وہ مہینے اور سردیاں
یا پھر یہ سارا معاملہ ہی ختم کر

5

دسمبر ہوش کر پاگل تجھ کو کیا ہوا آخر
بنا برسے چلے جانا تیری عادت نہ تھی پہلے

7

بس ایک میری بات نہیں تھی، سب کا درد دسمبر تھا
برف کے شہر میں رہنے والا ایک ایک فرد دسمبر تھا

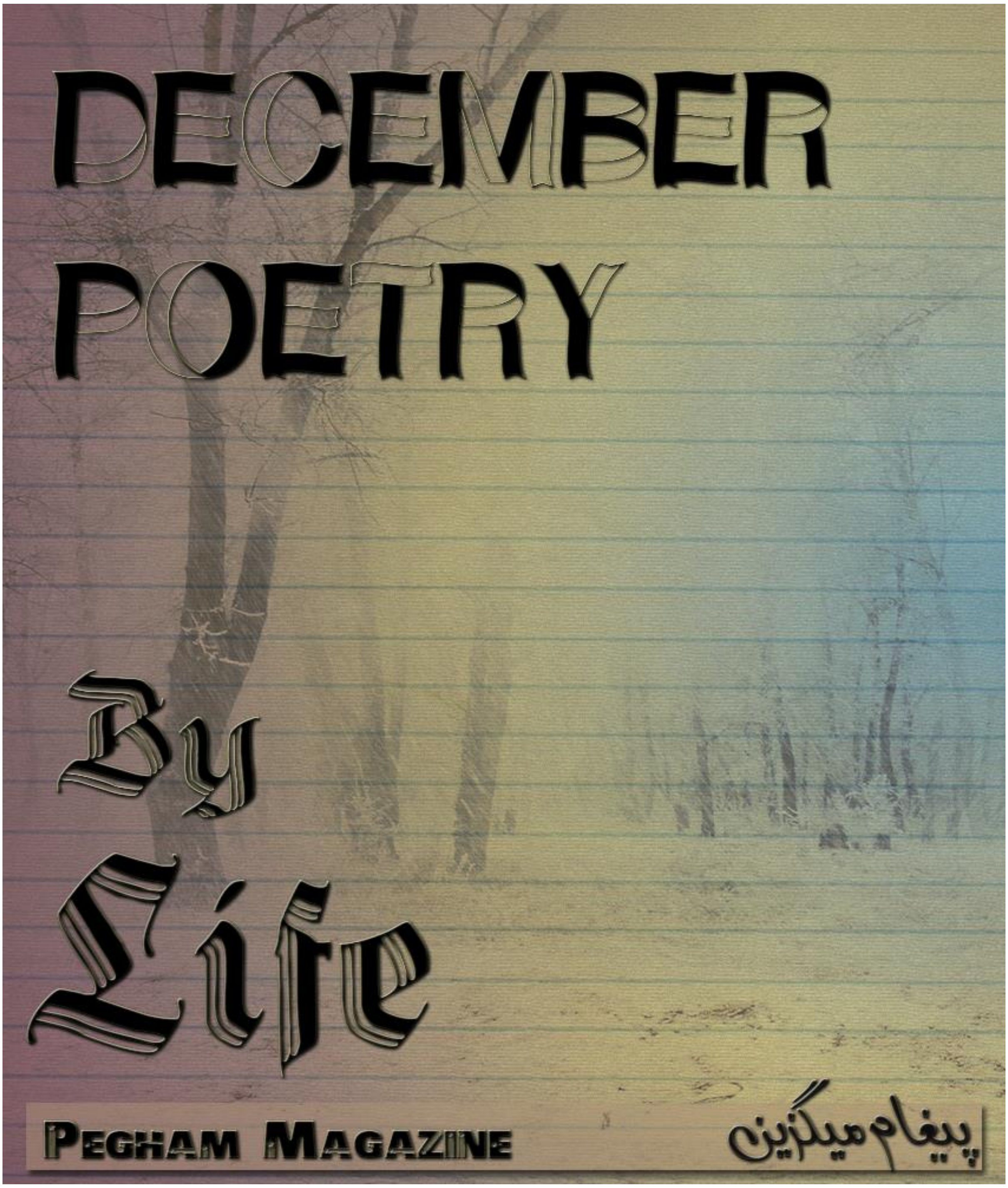
DECEMBER
POETRY
By
Life
PEGHAM MAGAZINE
پیغام میگزین

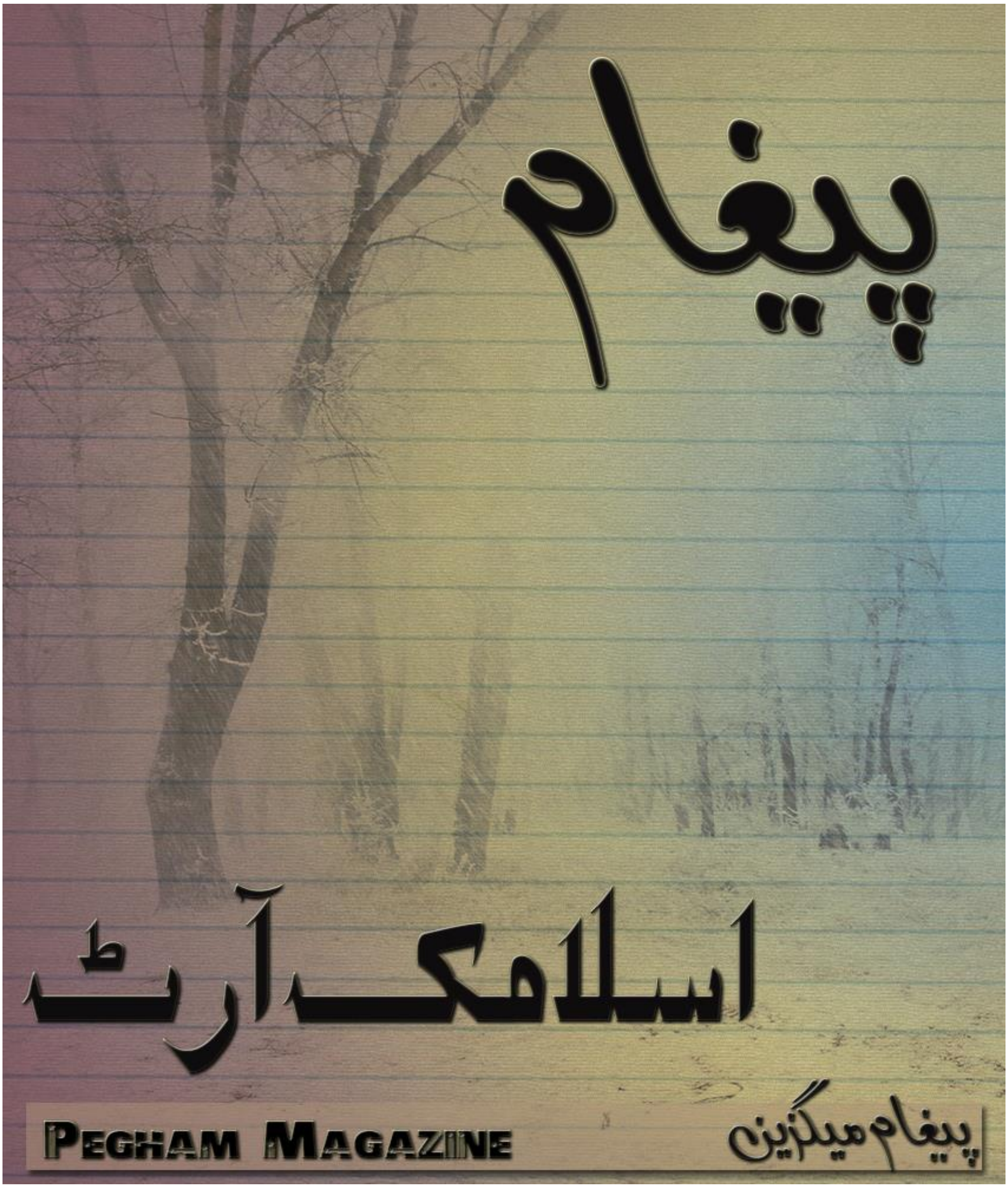
پیغام
اسلامک آرٹ
PEGHAM MAGAZINE
پیغام میگزین

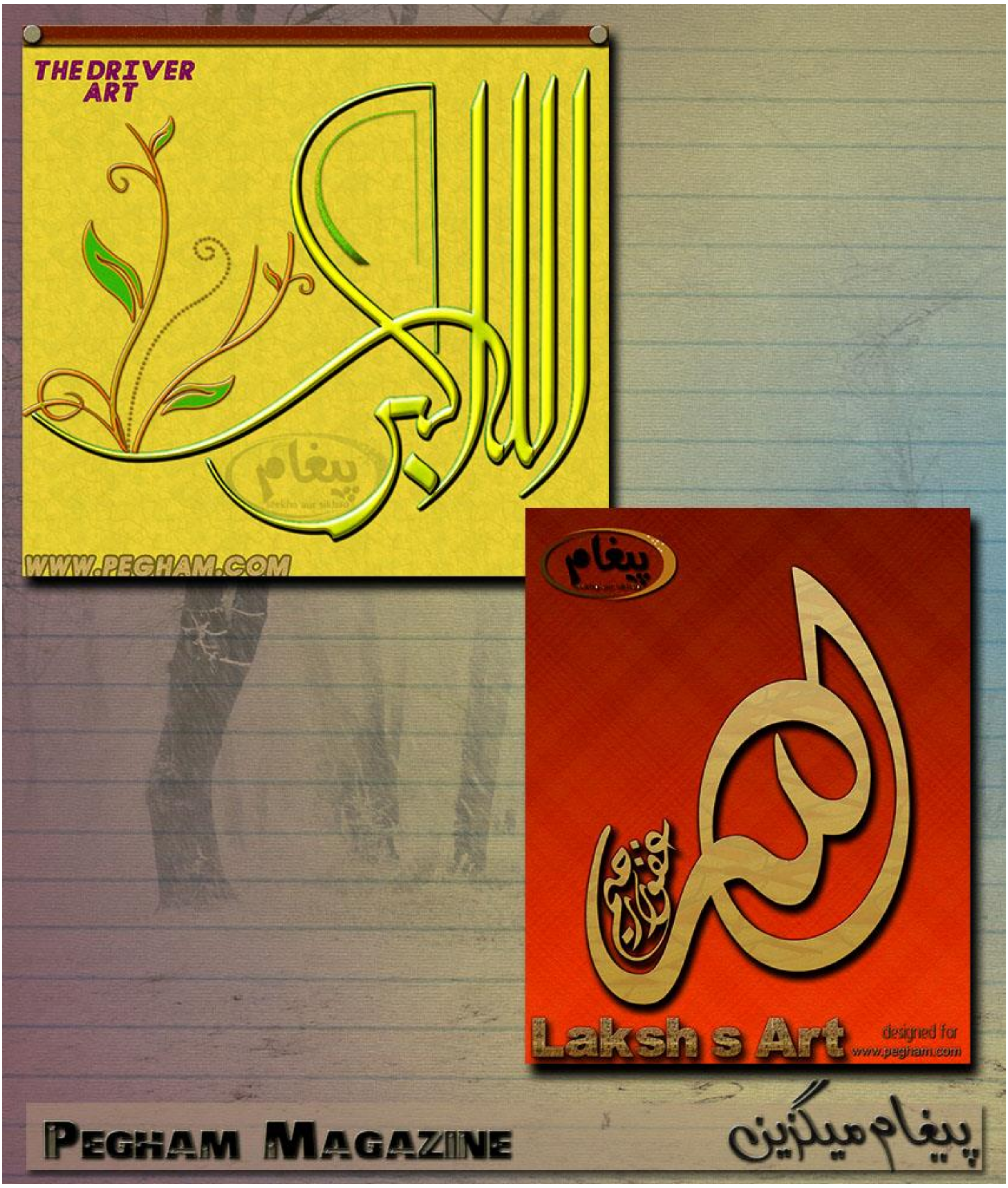
THE DRIVER ART
پیغام
WWW.PEGHAM.COM
پیغام
Laksh s Art
designed for
www.pegham.com
PEGHAM MAGAZINE
پیغام میگزین

آنچل

ایچ آئی وی ایڈز ((HIV Aids

ایڈز ایک مہلک مرض ہے۔ یہ ایک مخصوص وائرس ((Human immunodeficiency Virus کی وجہ سے لاحق ہوتا ہے۔

HIV کا مطلب ہے انسانی قوت مدافعت میں کمی کا وائرس۔ یہ وائرس جسم کے مدافعتی نظام پر پہ حملہ کرتا ہے اور انسانی جسم کو کمزور کر دیتا ہے۔ آپ کسی بھی شخص کی طرف دیکھ کر یہ نہیں بتا سکتے کہ وہ HIV سے متاثر ہے یا نہیں جب تک کہ اس کا تشخیصی ٹیسٹ نہ ہو جائے۔ ایڈز کے مریض پہ مدافعتی نظام میں کمی کی وجہ سے کوئی بھی بیماری اس پہ آسانی سے حملہ کر سکتی ہے جو اس کی موت کا سبب بن سکتی ہے۔ یہ مرض 75% تک جنسی امراض کے ذریعے پھیلتا ہے۔ اس مرض سے ہلاکتوں کی تعداد کروڑوں میں پہنچ چکی ہے۔

ایڈز کے پھیلنے کی وجوہات:

1۔ HIV سے متاثرہ فرد سے جنسی عمل کے ساتھ پھیلتا ہے۔
2۔ HIV سے متاثرہ افراد کی سرنج (انجیکشن) استعمال کرنا۔
3۔ HIV سے متاثرہ افراد کے استعمال کئے ہوئے آلات کا استعمال کرنا۔
4۔ انتقال خون
5۔ HIV سے متاثرہ حاملہ عورت سے اس کے بچے میں بھی HIV منتقل ہو جاتا ہے۔

ابتدائی علامات:

مریض بے چینی اور سستی کا شکار ہو جاتا ہے۔
مسلسل کھانسی کے ساتھ ساتھ سینے میں درد اور سانس لینے میں مشکلات محسوس ہوتی ہیں۔
جسم کے تمام لمف اور نوڈز سوجھن کا شکار ہو جاتے ہیں۔
جسم میں مسلسل درد اور بخار کی شکایت بھی رہتی ہے۔
شدید اور مسلسل سر درد بھی اس کی علامات میں شامل ہے۔
جسم کی قوت مدافعت بالکل کم ہو جاتی ہے اور مریض کئی طرح کے امراض کا شکار ہو جاتا ہے۔

احتیاطی تدابیر:

غیر ازدواجی، جنسی بے راہ روی سے مکمل اجتناب کیا جائے۔ اور اپنے تعلقات صرف اپنے جیون ساتھی تک محدود رکھیں۔
کان، ناک چھدوانے اور دانتوں کی سرجری وغیرہ میں بھی بڑی احتیاط کی جائے۔
جسم پر نقش ونگار (Tattos) بنوانے سے اجتناب کریں۔
پیشہ ور خون فروشوں سے خون نہ لیں۔
ان تماما حتیاطی تدابیر پر عمل پیرا ہو کر انسان اس مہلک مرض سے کافی حد تک دور رہ سکتے ہیں۔

ایڈز محض میل جول، ہاتھ میلانے، ایک دوسرے کے برتن (پلیٹس، کپ، گلاس وغیرہ) استعمال کرنے، ایک ہی غسل خانہ استعمال کرنے مچھر کے کاٹنے اور HIV سے متاثرہ افراد کے ساتھ اکٹھے وقت گزارنے سے نہیں پھیلتا۔

HIV سے متاثرہ افراد اگر اچھی خوراک استعمال کرتے ہیں، سگریٹ اور شراب نوشی سے پرہیز کرتے ہیں، اور دیگر بیماریوں سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں حفظان صحت کے اصولوں پر عمل کرتے ہیں اور کو دا اپنا خیال رکھتے ہیں تو یقینا زیادہ عرصہ تک زندہ رہ سکتے ہیں۔

نجم الدین راز
اے سیاہ شب کے مسافر
تیرا ہمسفر کون ہے
کس طرح کاٹتا ہے سفر اپنا
رات کس جگہ بسر کرتا ہے
کس کے شانے پہ سر رکھ کر
سوتا ہے؟
اے سیاہ شب کے مسافر
تو جو دشت دشت گھومتا ہے
رقص کرتا ہے، جھومتا ہے
تجھ کو ملتا ہے بھلا اس میں کیا
تیرا ہوتا ہے بھلا اس میں کیا
آبلہ پائی کا حاصل کیا ہے
دربدر پھرنے کی تجھ کو
ملتی ہے کیا قیمت کوئی
چاک کر کے گریباں اپنا
روگ کس شے کا پالا ہے
اے سیاہ شب کے مسافر
مجھ کو بھی ساتھ لے چل اپنے
عشق کے سفر میں، میں بھی
کوئی نام کرلوں،
ترے ساتھ چلتے چلتے
زندگی ہی تمام کرلوں
اے سیاہ شب کے مسافر
NiGht Jasmine
Pegham Magazine
پیغام میگزین

دسمبر لوٹ آیا ہے

ZEE LEO

دسمبر لوٹ آیا ہے
تم پھر کیوں نہیں آتے؟

تیری یاد ستاتی ہے
مجھے بڑا رُلاتی ہے
اُجڑی ہوئی محبت
راتوں میں جگاتی ہے

میری مسکراتی آنکھوں میں
اک رُوتی ہوئی کہانی ہے
میں کس سے کیا کہوں آخر
یہ تو تیرے پیار کی نشانی ہے

خیر چھوڑو بس اتنا کہنا تھا
یہ راتیں پھر ہوئیں لمبی
یہ شامیں پھر اُداس ہیں
ناجانے ان میں کیا ہے
ناجانے یہ کیسا احساس ہے

ذرا دیکھو یہ کون آیا ہے
دسمبر لوٹ آیا ہے
تم پھر کیوں نہیں آتے؟

چکن کارن سوپ

اشیائے استعمال۔۔۔۔

مرغ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔آدھا کلو۔
مکئی کے دانے۔۔۔۔۔ایک کپ۔
کارن فلور۔۔۔۔دو کھانے کے چمچ۔
پیاز۔۔۔۔۔۔۔۔۔ایک عدد۔
انڈے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔دو عدد۔
ادرک، چینی۔۔۔آدھا چائے کا چمچ۔
لہسن۔۔۔۔۔۔۔۔۔چھ جوئے۔
سرکہ۔۔۔۔۔۔۔ایک کھانے کا چمچ۔
گھی۔۔۔۔۔۔۔۔دو کھانے کے چمچ۔
نمک، کالی مرچ۔۔۔۔۔حسبِ پسند۔

ترکیب:۔

لہسن اور پیاز باریک کاٹ لیں۔آٹھ کپ پانی میں پیاز، لہسن، ادرک، نمک اور مرغ ڈال کر اُبال لیں۔جب پانی آدھا رہ جائے تو گوشت نکال لیں۔یخنی علیحدہ کر لیں۔اب دیگچی میں گھی گرم کریں اور مکئی کے دانے بھون لیں۔گوشت، یخنی، چینی اور کالی مرچ ڈال کر تقریباً بیس منٹ پکائیں۔کارن فلور کو فرائی پین میں معمولی سا بھون لیں۔انڈوں کی سفیدی ملا دیں یہ آمیزہ یخنی میں ملائیں۔۔لیں جی آپکا بہترین اور خوش ذائقہ سوپ تیار ہو گیا۔۔۔

ایکسپریسو کافی بنانے کا طریقہ:۔

کافی۔۔اٹیبل سپون

چینی۔۔ 2 ٹیبل سپون

پانی۔۔کھولتا ہوا 2 ٹیبل سپون

دودھ۔۔2 کپ

ترکیب:۔

ایک چھوٹے باؤل میں کافی اور چینی ڈال کر اس کے اوپر کھولتا ہوا پانی 2 ٹیبل اسپون ڈال کر الیکٹرک بیٹر سے خوب پھینٹیں اگر وہ نہ ہو تو پھر ہینڈ بیٹر سے پھینٹیں (اسکے لئے بہت محنت کرنا ہوگی) اتنا پھینٹنا ہے کہ یہ اپنا رنگ بدل کر بالکل لائٹ کلر کا کریمی سا گاڑھا آمیزہ بن جائے گا اب اگر کولڈ کافی پینا ہے تو ٹھنڈا دودھ ورنہ ہاٹ کافی پینی ہو تو کھولتا ہوا دودھ استعمال کریں گے ایک کپ میں کافی کا آمیزہ ڈالیں اور پھر اوپر سے دودھ ڈال کر اسکو مکس کر لیں اور مزے سے نوش فرمائیں چاہیں تو اوپر سے تھوڑی سی فریش کریم بھی ڈال سکتے ہیں

اگر آپ کے بچے زیادہ مٹی کھاتے ہیں تو ۔۔۔۔ انہیں تھوڑا سیمنٹ کھلا دیں تا کہ بنیاد پکی ہو جائے۔

اگر آپ اپنے غصے کو ٹھنڈا کرنا چاہتے ہیں تو ۔۔۔۔ ایک گلاس ٹھنڈا برفیلا پانی لیں اور سامنے جو بھی آئے اس پر پانی ڈال دیں ۔۔ وہ بندہ گرم ہو جائے گا ۔۔۔۔ اور آپ کو ٹھنڈا کر دے گا۔

اگر آپ کے ہاتھ میں بہت درد ہے تو ایک مضبوط ہتھوڑی لیں اور زور سے پاؤں پر ماردیں ۔۔۔۔ یقین کریں آپ ہاتھ کا درد بالکل بھول جائیں گے۔

اگر آپ کے دانت میں کیڑا لگ جائے تو ایک دو ہفتے تک کچھ مت کھائیں پئیں۔ کیڑا اندر ہی بھوک مر جائے گا۔

اگر آپ کو رات میں نیند نہیں آتی تو آنکھوں میں ایک ایک ڈراپ ایلفی ڈال لیں۔ آپ کو نیند بھی اچھی آئے گی اور صبح آنکھ بھی نہیں کھلے گی۔

اگر آپ کو زیادہ سردی لگتی ہے تو اپنے آپ پر مٹی کا تیل چھڑک کر آگ لگا لیں ۔۔۔۔ اس طرح نہ سردی لگے گی اور نہ ہی کمبل کی ضرورت پیش آئے گی۔

اگر آپ کو زیادہ سردی لگتی ہے تو اپنے آپ پر مٹی کا تیل چھڑک کر آگ لگا لیں ۔۔۔۔ اس طرح نہ سردی لگے گی اور نہ ہی کمبل کی ضرورت پیش آئے گی۔

اگر سردیوں میں آپ کے پیروں کی ایڑیاں پھٹ جائیں اور کوئی کولڈ کریم اثر نہ کرے ۔۔۔۔ آپ سوئی دھاگہ لے کر اپنی ایڑیوں کو سی لیں۔

اگر آپ کو رات میں دیر تک جاگنے کی عادت ہے تو۔ چوکیداری کر لیں، تا کہ پیسے ہی مل جائیں

مسجد کے باہر چپل رکھتے وقت ایک جوتا ایک کونے میں اور دوسرا جوتا دوسرے کونے میں رکھنے سے چپل چوری نہیں ہوتی۔

اگر آپ کے بال گرتے ہیں تو آپ ٹنڈ کروا لیں ۔۔۔۔ نہ رہیں گے بال، نہ رہے گی پریشانی۔

خوبصورت پیغام

ایک نیک اور سخی شخص کی پاس ایک ضرورت مند چھوٹا سا برتن
لے کر شہد مانگنے آیا۔اور کہا میرے گھر میں کوئی بیمار ہے۔
سخی نے اُسے شہد کا پورا کنستر دے دیا۔ایک شخص نے کہا وہ تو
ایک چھوٹی سی پیالی مانگتا تھا۔سخی نے کہا اُس نے اپنی حیثیت
کے مطابق مانگا میں نے اپنی حیثیت کے مطابق دیا۔

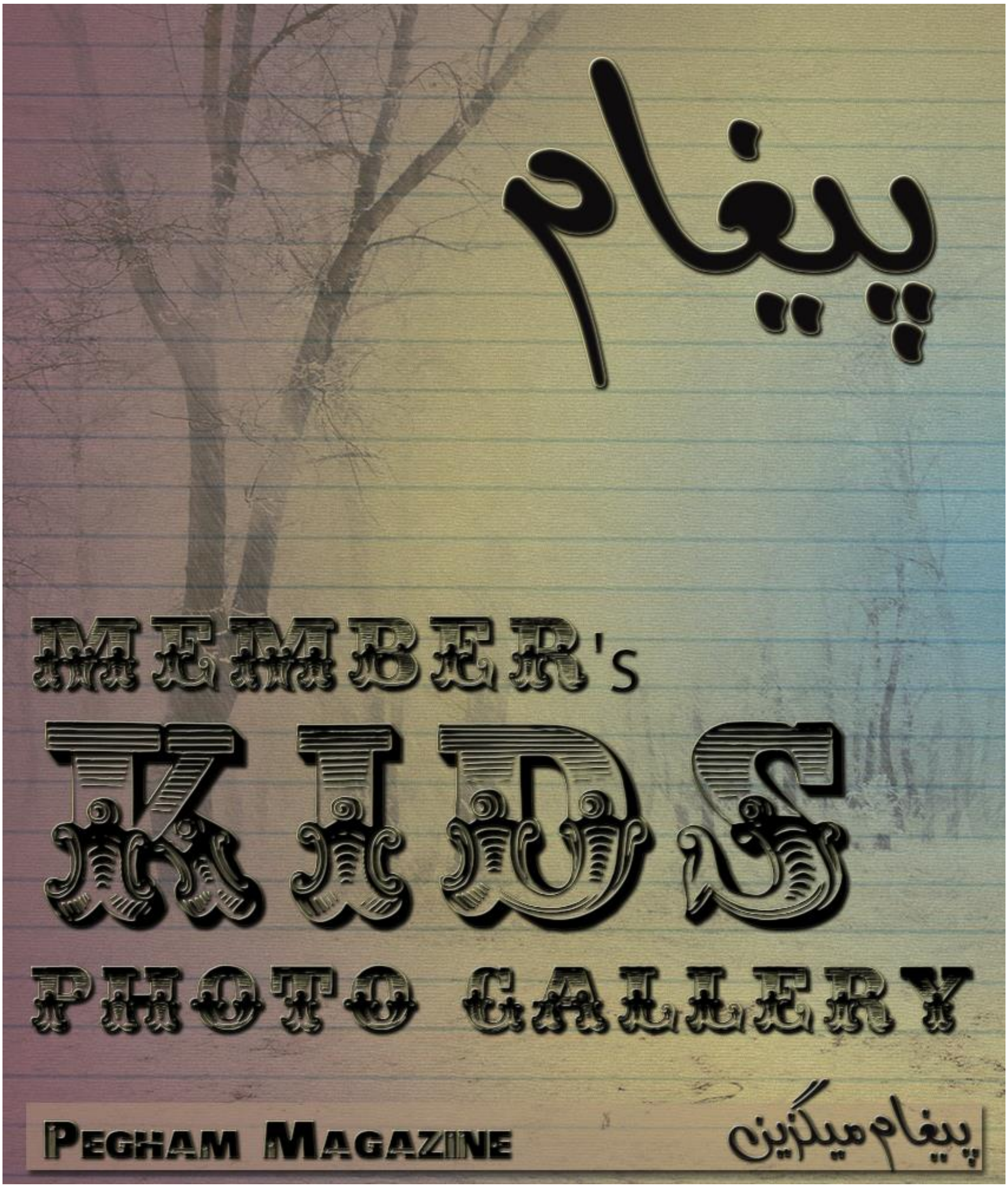
پیغام
MEMBER's
KIDS
PHOTO GALLERY
PEGHAM MAGAZINE
پیغام میگزین

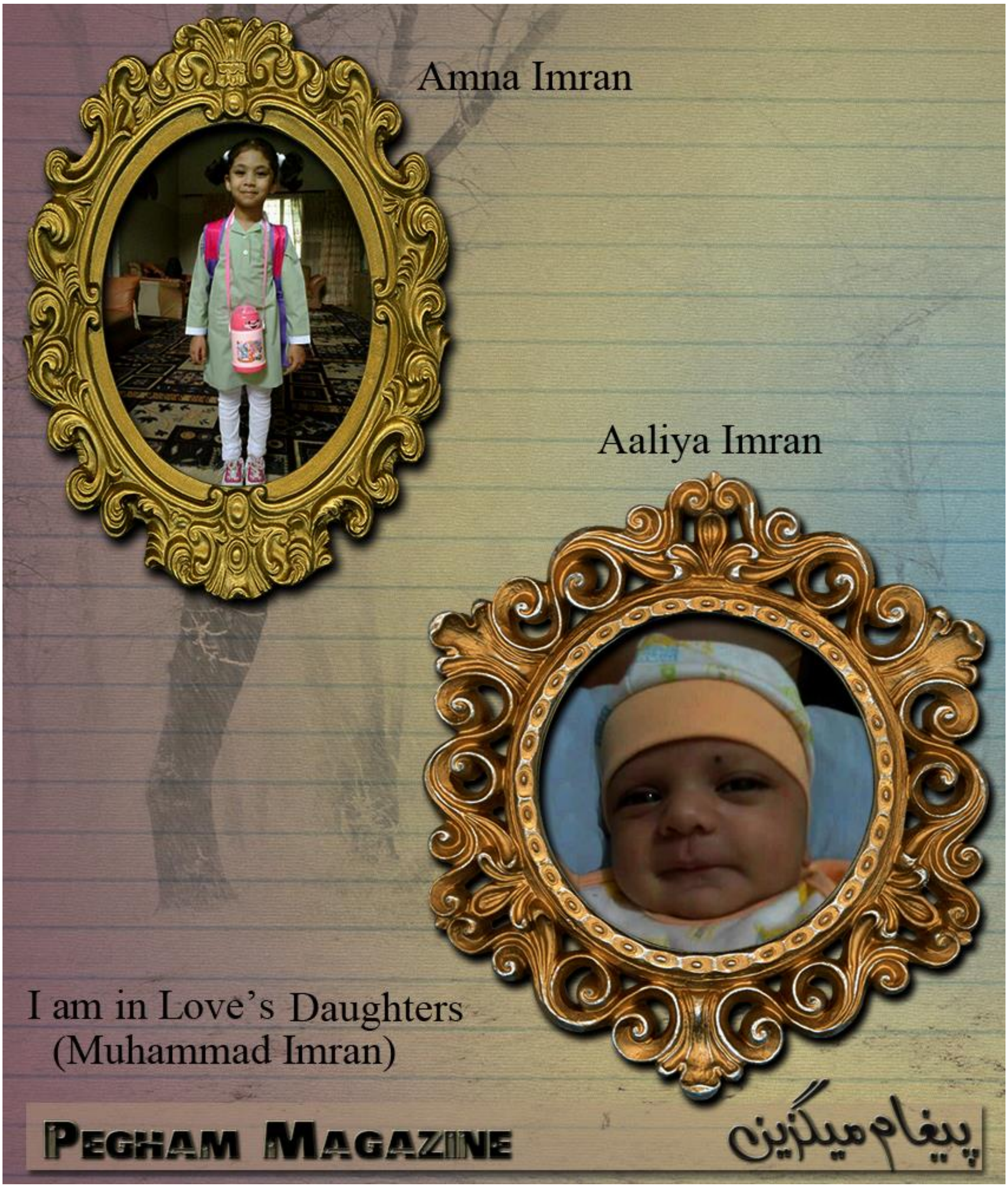
Amna Imran
Aaliya Imran
I am in Love's Daughters
(Muhammad Imran)
PEGHAM MAGAZINE
پیغام میگزین

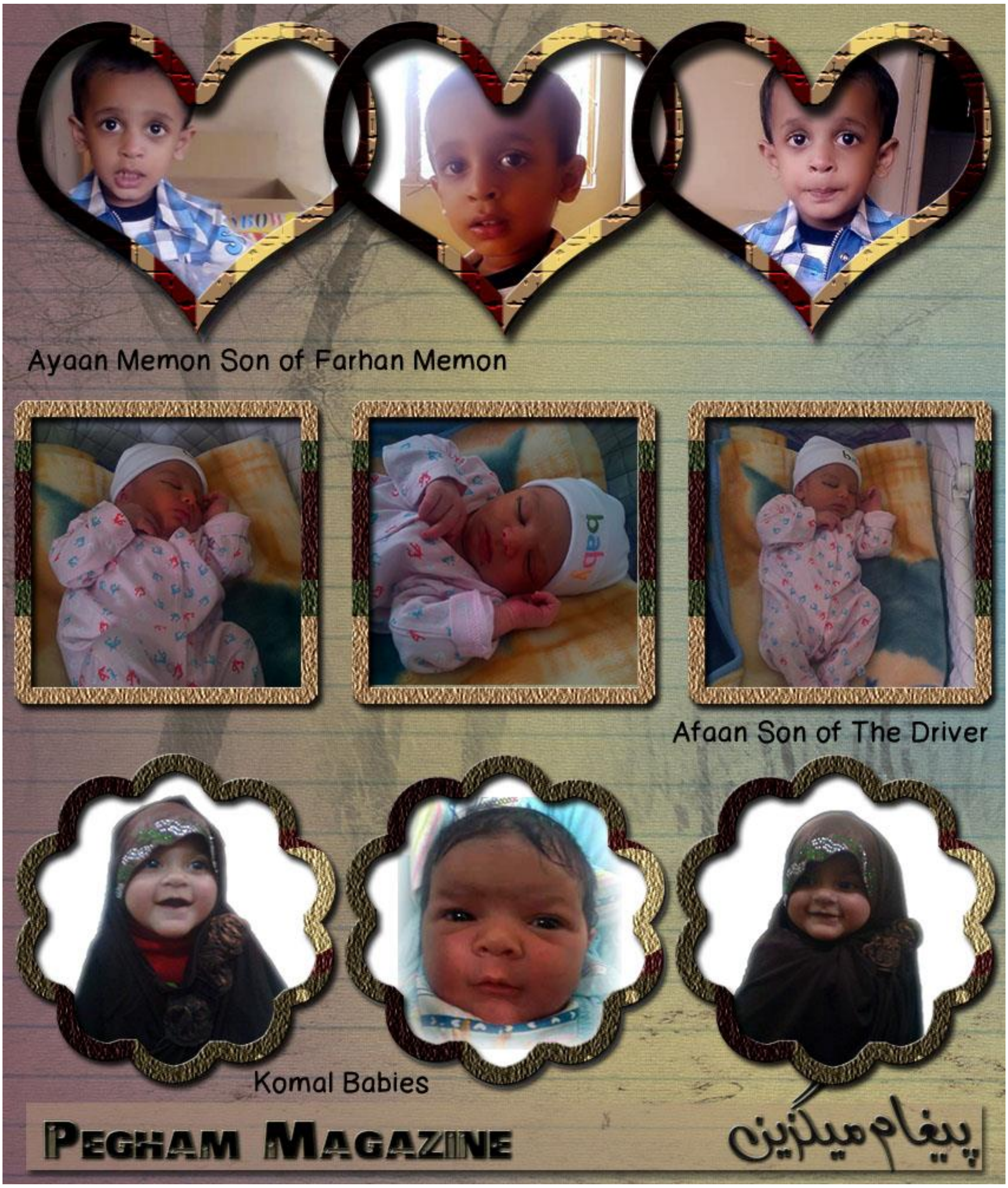
Ayaan Memon Son of Farhan Memon
Afaan Son of The Driver
Komal Babies
PEGHAM MAGAZINE
پیغام میگزین

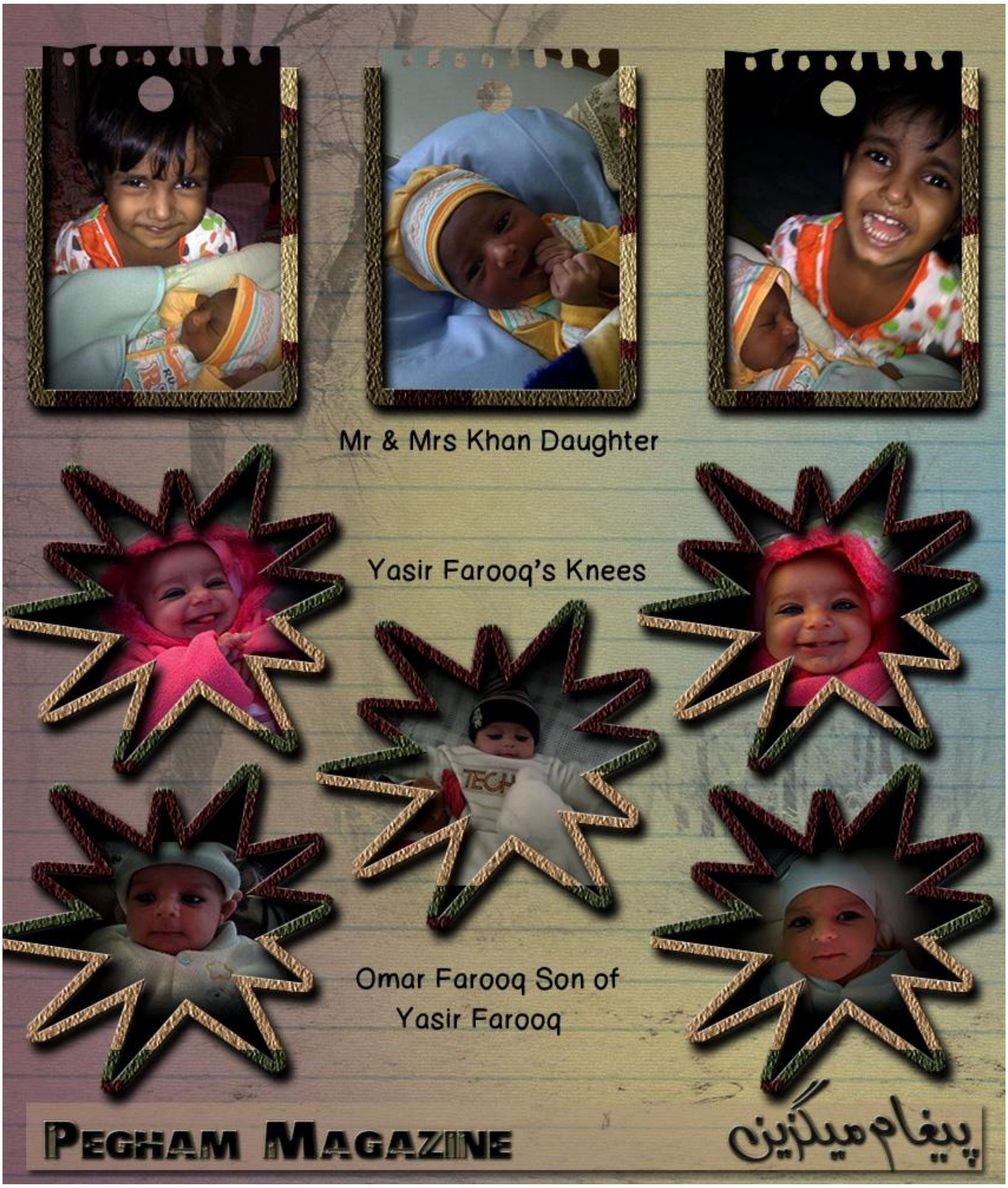
Mr & Mrs Khan Daughter
Yasir Farooq's Knees
Omar Farooq Son of
Yasir Farooq
PEGHAM MAGAZINE
پیغام میگزین

Hamdan & Saim Ahmed

Rabi's Knephew & Knees

Abeera & Momina Saleem

Fatima's Daughters Sawera & Shahira Choudhry

Daneen

Shaim & Hanzala

Mask Roomi's Son & Daughter

فاطمہ اسد

صحت مند خوراک صحت مند بچے

بچے بہت ہی نازک اور خوبصورت ہوتے ہیں اور ان کی خوبصورتی کو برقرار رکھنے کے لیے ضروری ہے کہ ان کی روزمرہ کی خوراک میں ایسی خوراک شامل کی جائے جو ذائقہ کے ساتھ ساتھ ان کو بھرپور صحت بھی دے۔ خاص طور پر وہ بچے جو سکول جاتے ہیں ان کو ایسی خوراک دینی چاہیے جس میں کیلیشم، آئرن اور فولک ایسڈ شامل ہو۔

کیلشیم:

کیلشیم بچوں کی ہڈیوں کے لیے بہت ضروری ہے۔ جو بچوں کو ڈیری پروڈکٹس یعنی دودھ، دہی اور کریم وغیرہ کے استعمال سے دیا جاسکتا ہے۔ اس کے علاوہ مالٹے کا جوس اور ہرے پتے والی سبزیاں بھی اس کا ذریعہ بن سکتی ہیں۔ کوشش کرنی چاہیے کہ سکول جانے والے بچے روزانہ 150 ml دودھ کا گلاس یا ایک کپ دہی کا ضرور استعمال کریں۔

فولک ایسڈ:

فولک ایسڈ بچوں کی گروتھ کے لیے بہت ضروری ہے۔ وہ بچے جو صبح کا ناشتہ نہیں کرتے ان میں فولک ایسڈ کی کمی پائی جاتی ہے۔ اس وٹامن کے حصول کے لیے ڈبل روٹی اور ہرے پتے والی سبزیاں استعمال کی جاسکتیں ہیں۔

آئرن:

آئرن آپ کے جسم میں ریڈ بلڈ سیلز کو صحتمند رکھتا ہے، جو خون میں آکسیجن کی فراہمی کے ساتھ ساتھ بے شمار کام انجام دیتا ہے۔ آئرن کی کمی کی وجہ سے اینیمیا کی بیماری ہوسکتی ہے۔ آئرن کو حاصل کرنے کے لیے سرخ گوشت، جگر، بریک فاسٹ سیریلز اور بینز کا استعمال کیا جاسکتا ہے۔

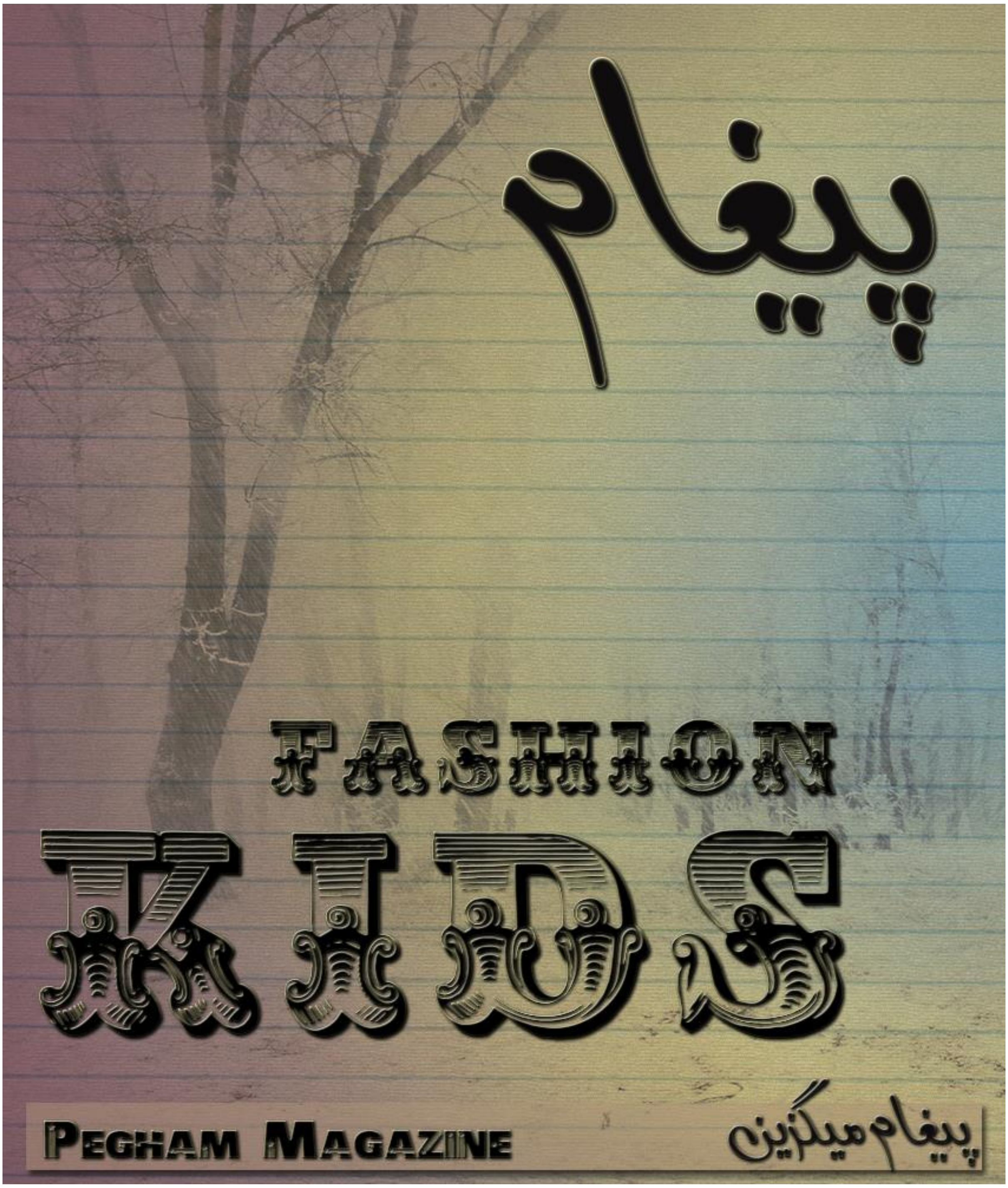
پیغام
FASHION
KIDS
PEGHAM MAGAZINE
پیغام میگزین

PU MA
PU MA
Lauren
PEGHAM MAGAZINE
پیغام میگزین

WINTER TIPS COLLECTION BY FATMA ASAD

ڈاکٹر دہانانی کے مطابق موسم سرما میں ملبوسات کا استعمال کرتے ہوئے اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ آپ کی جلد سے جو کپڑا چھو رہا ہو وہ سوتی ہو کیونکہ اکثر لوگوں کو اس موسم میں ریشمی اور اونی کپڑے سے الرجی ہو جاتی ہے۔ اس موسم میں وہ لوگ جو ہیٹر یا گرم پانی کا زیادہ استعمال کرتے ہیں انہیں بھی زیادہ خشکی کی شکایت ہوسکتی ہے کیونکہ یہ دونوں چیزیں جلد کی چکنائی کو ہٹا دیتی ہیں۔

ڈاکٹر دہانانی کا کہنا ہے کہ موسم سرما میں میڈی کیٹڈ صابن کا استعمال بھی کم از کم کرنا چاہئے کیونکہ ان میں موجود کیمیائی اجزاء جلد پر منفی اثرات مرتب کرسکتے ہیں۔ موسم سرما میں تیزرنگوں والے پھل اور سبزیوں کا استعمال مفید ہوتا ہے جو قوت مدافعت (جس میں جلد بھی شامل ہے) میں اضافہ کرتے ہیں۔ سردیوں میں بھی پانی پینے کا عمل وہی رکھنا چاہئے جو گرمیوں میں رکھا جاتا ہے یعنی دن میں کم از کم 8 سے 10 گلاس پانی پینا چاہئے۔

پانی جلد کو خشک ہونے سے بچاتا ہے اسی طرح پیروں کے تلووں اور ایڑیوں کی حفاظت کے لئے موسم سرما میں موئسچرائزر یا پیٹرولیم جیلی کا استعمال کیا جائے۔ پروفیسر بدر دہانانی کے مطابق بہت زیادہ خشک جلد والے، موسم سرما میں کولڈ کریم یا پیٹرولیم جیلی (جس میں چکنائی کی مقدار زیادہ ہوتی ہے) کا استعمال کریں جبکہ درمیانی جلد والے موئسچرائزر، ویننگ کریم یا لوشن کا استعمال نہ کریں جس میں پانی زیادہ اور چکنائی کم ہوتی ہے۔

پیغام ہُنر

فاطمہ اسد کا شمار پیغام کے پرانے اور ہُونہار ممبرز میں ہوتا ہے۔ فاطمہ پیغام کا حصہ 2005 میں بنی۔ شاعری کے ساتھ ساتھ اب فاطمہ نے اپنا آن لائن کاروبار بھی شروع کیا ہے نیٹ مارکیٹ کے نام سے۔

https://www.facebook.com/netmarket.pk

نیٹ مارکیٹ پر آپ کو بہت اچھی جیولرری اور بچوں کے کپڑے بہت اچھی قیمت پر مل جائیں گے۔ مستقبل میں مزید چیزوں کا بھی اندراج ہوتا رہے گا۔

PEGHAM MAGAZINE
پیغام میگزین

Designed by Ahsaas

Designed by BaNiaz

Designed by The Driver

Designed by Baniaz

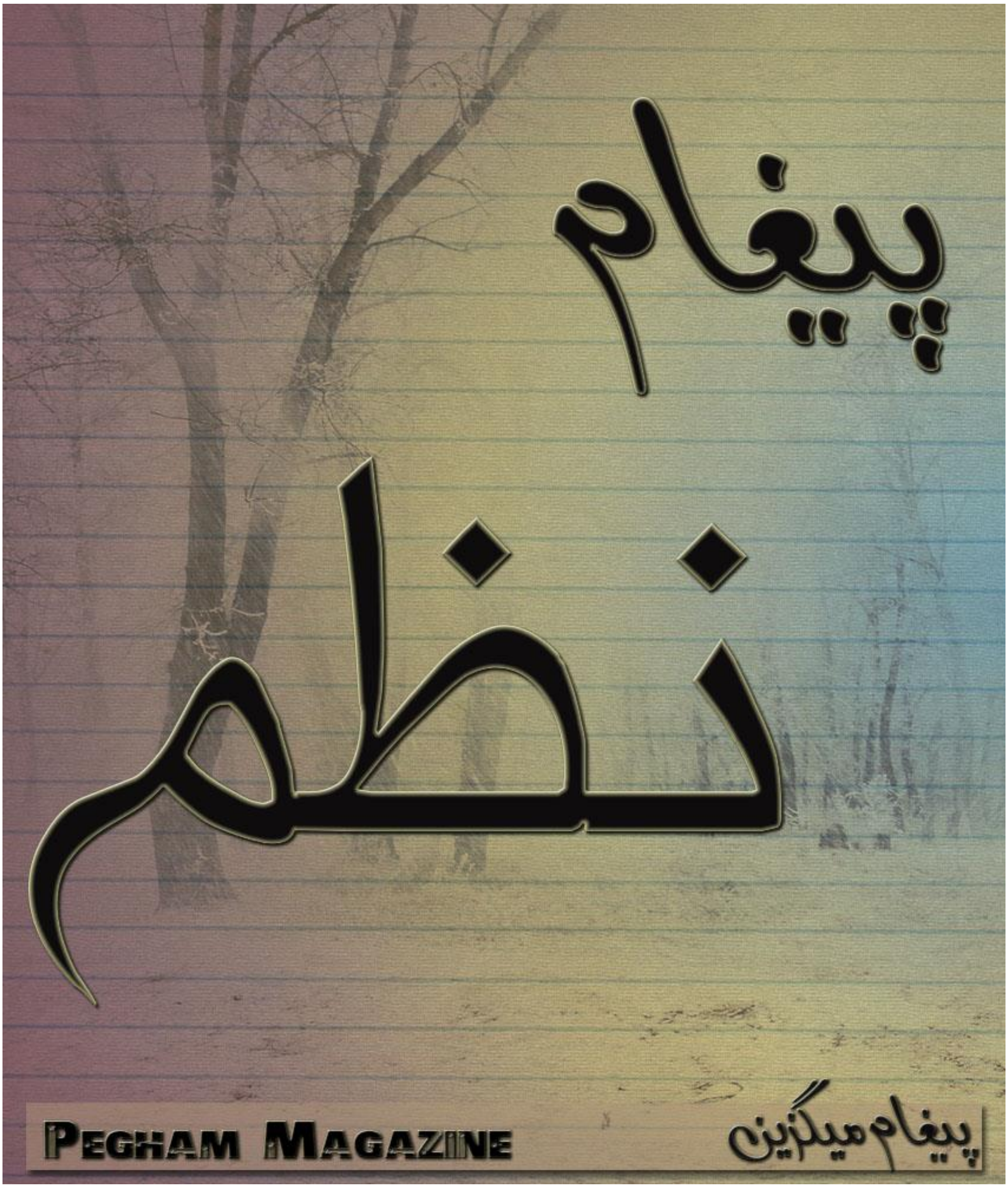
پیغام
نظم
PEGHAM MAGAZINE
پیغام میگزین

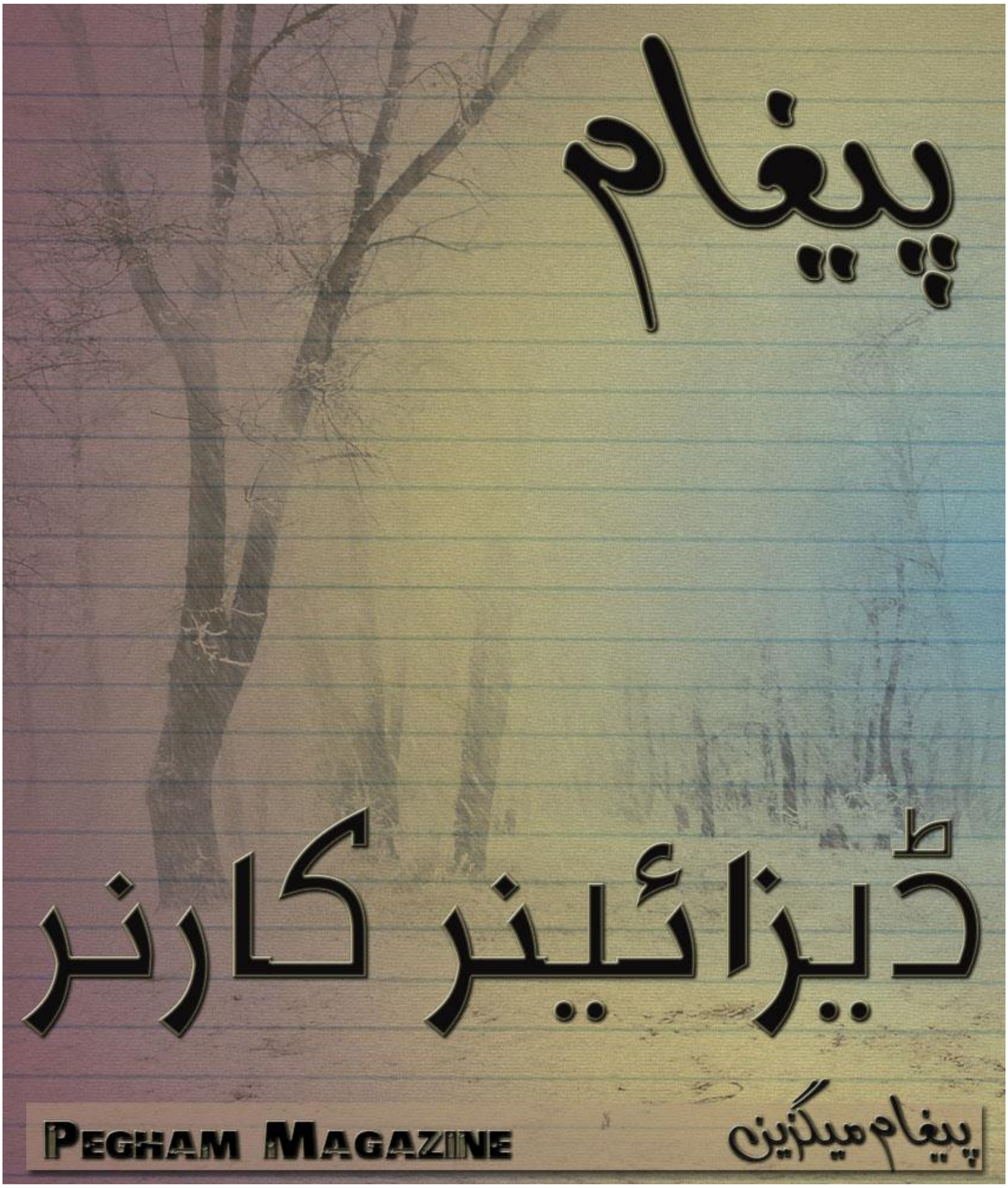
پیغام
ڈیزائینر کارنر
PEGHAM MAGAZINE
پیغام میگزین

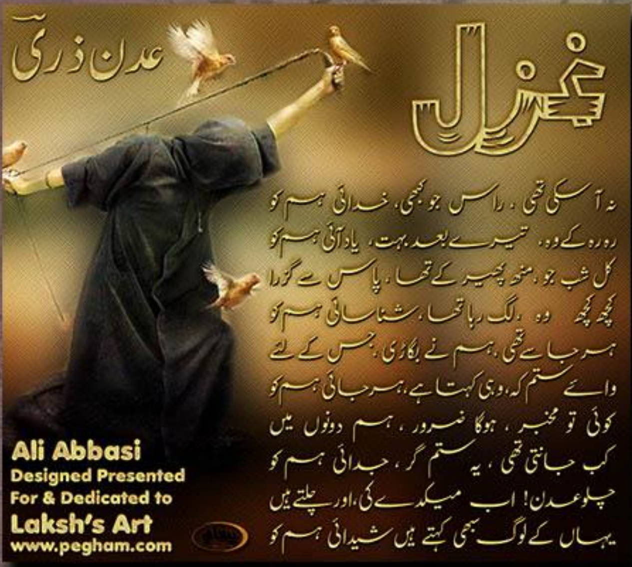

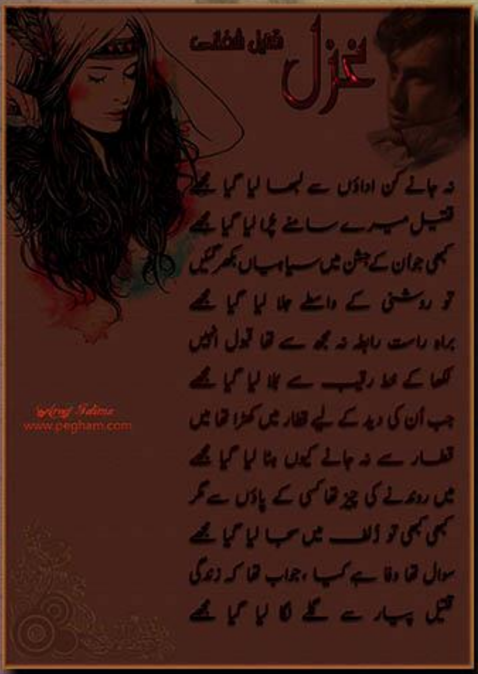

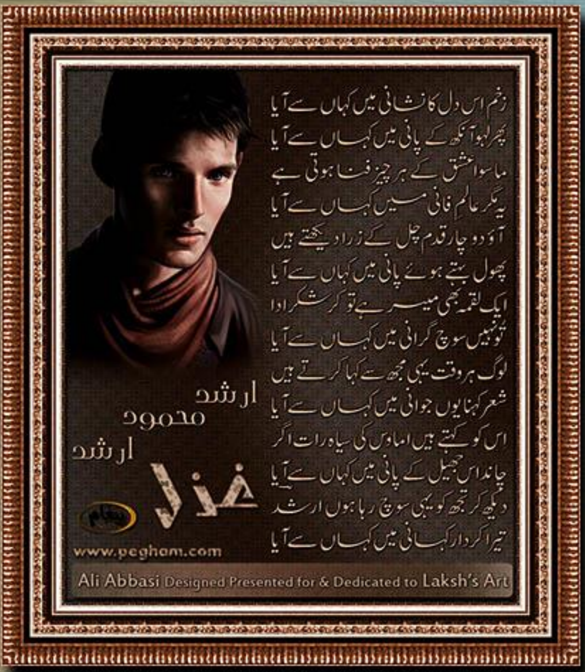

PEGHAM MAGAZINE

پیغام میگزین

قطعہ
اشک بہہ بہہ کر میرے خاک پر جب گرنے لگے
میں نے تجھ کو تیرے دامن کو بہت یاد کیا
قید رکھا مجھے صیاد نے کہہ کہہ کے یہی
ابھی آزاد کیا ، بس ابھی آزاد کیا
Designed by Asif
زندگی
میں لہلہاتی شاخ کو سمجھا تھا زندگی
پتا گرا تو درسِ فنا دے گیا مجھے
Designed by Wasi
Designed by Hala
Designed by: Hala
www.pegham.com
کبھی ایسا بھی ہو کہ
میں گماں کروں.....
اور تجھے روبرو پاؤں
Designed by Fkas
اس کی باتیں سوچی سمجھی جیسے میر کے نازک شعر
میری باتیں بہکی بہکی جیسے غالب کا دیوان
Pegham Magazine
پیغام میگزین

PEGHAM MAGAZINE

پیغام میگزین

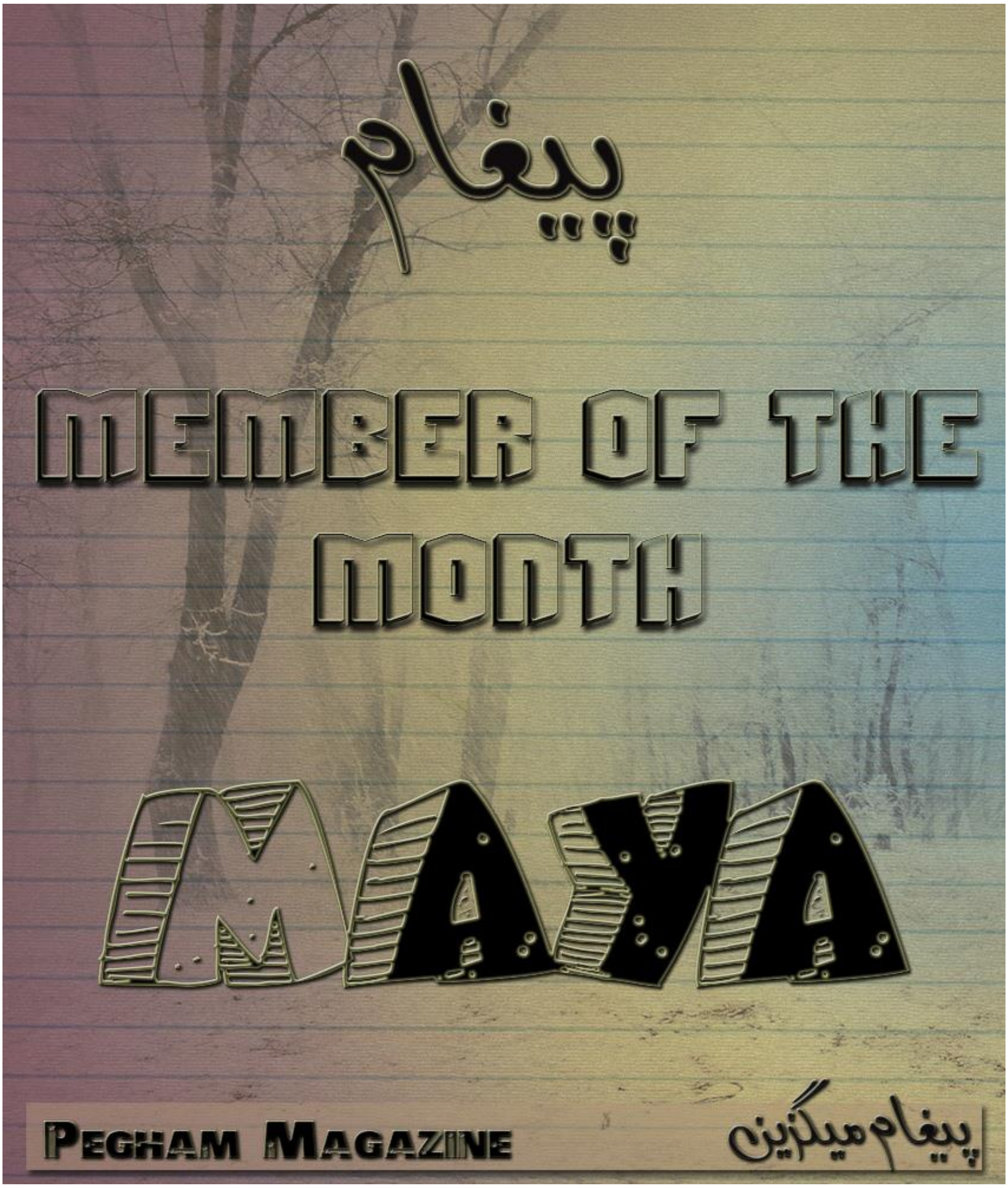

پیغام
MEMBER OF THE MONTH
MAYA
PEGHAM MAGAZINE
پیغام میگزین

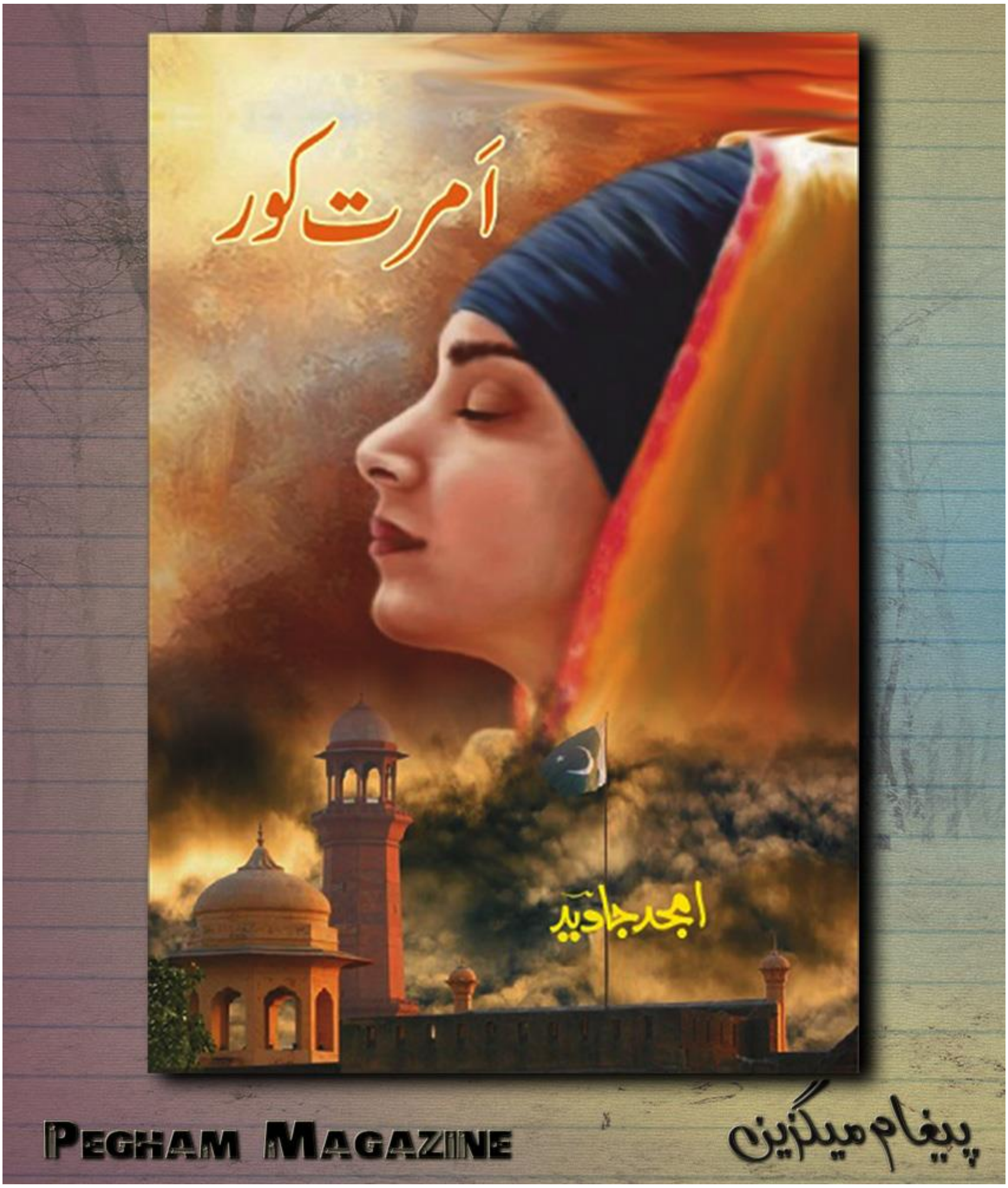
اُمرت کور
امجد جاوید
PEGHAM MAGAZINE
پیغام میگزین

کاش تم میرے گاؤں کی اس پاگل عورت سے مل سکتے۔ یقین کرو یار، تجھے تیری محبت یوں مل جائے کہ خود تجھے احساس نہ ہو۔ یہ جو درمیان میں رکاوٹیں ہیں نا، ان کے دور ہو جانے کا تجھے پتہ ہی نہ چلے اور زویا تیری ہو جائے"۔ بھان سنگھ نے میرے چہرے پر دیکھتے ہوئے بے ساختہ کہا تو میں چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔ اگرچہ اس نے کھوئے ہوئے انداز میں بڑے خلوص کے ساتھ یقین بھرے لہجے میں کہا تھا، لیکن میں خود کچھ دیر کے لیے سمجھ ہی نہ سکا کہ وہ میرا مذاق اڑا رہا ہے۔ مجھ پر طنز کر رہا ہے، ترس کھاتے ہوئے مجھے حوصلہ دینے کی ناکام کوشش کر رہا ہے یا پھر اس کی بات میں کوئی سچائی بھی ہے سو چند لمحوں بعد میں نے اس کا اصل مدعا جاننے کے لیے بڑے سکون سے پوچھا۔تم اُس عورت کو پاگل بھی کہہ رہے ہو اور میرے اتنے بڑے گھمبیر مسئلے کا حل بھی بتا رہے ہو۔ اپنے لفظوں پر غور کرو، کہیں تم نے بے وقوفی والی بات تو نہیں کر دی ہے"۔ "نہیں یار......! میں سچ کہہ رہا ہوں"۔ اس کے لہجے میں یقین پہلے سے بھی پختہ ہو گیا تھا۔" کیسے؟ کیا تم مجھے سمجھا سکتے ہو؟" میں نے کچھ سوچتے ہوئے اس کی طرف دیکھ کر کہا جو خود کہیں کھویا ہوا تھا۔ میری بات سن کر اس نے مسکراتی ہوئی آنکھوں سے کہا۔بس ایک بار وہ تیرے سر پر ہاتھ پھیر دے نا تو تیری محبت تجھے مل جائے گی۔ یہ بات میں پورے یقین ہی سے نہیں دعویٰ سے بھی کہہ سکتا ہوں"۔ اس نے جوش بھرے انداز میں کہا تو چند لمحوں پہلے والی کیفیت مجھ پر پھر سے طاری ہو گئی۔ میں سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ وہ میرے ساتھ مذاق کے موڈ میں ہے

یا پھر حقیقت میں وہ میرے دوا کی دوا بارے آگاہ کر رہا ہے۔ ''یار تجھے پتہ ہے کہ میری اور زویا کی کہانی بالکل ختم ہو چکی ہے۔ اس کے والدین نے صاف انکار کر دیا ہے اور جن وجوہات کی بنا پر انہوں نے انکار کیا ہے۔ وہ ٹھیک ہیں۔ انہیں میں بھی سمجھتا ہوں اور تم بھی جانتے ہو۔ زویا جو آج بھی میری محبت میں تڑپ رہی ہے اس نے بھی اپنے دل پر بھاری پتھر رکھ لیا ہے۔ چند دن بعد وہ بھی ہمیشہ کے لیے مجھ سے بچھڑ جائے گی۔ ایسے وقت میں تمہارا یہ مذاق، کچھ سجتا نہیں ہے یار۔ یہ تو زخموں پر نمک چھڑکنے والی بات ہے''۔ میں نے شکوہ بھرے لہجے میں اس سے کہا تو وہ پھر اسی یقین بھرے انداز میں بولا۔ ''چاہے کچھ ہو جائے یارا، بھی زویا کی شادی تو نہیں ہوئی نا۔ میں پھر تجھے یقین دلاتا ہوں کہ ایک بار امرت کور سے مل لو، تجھے پتہ ہی نہیں چلے گا کہ تیری راہ کی رکاوٹیں کس طرح دور ہو گئیں ہیں اور تیری محبت زویا تجھے کتنی آسانی سے مل جائے گی''۔ میں اس کی بات پر کوئی فیصلہ نہیں کر پا رہا تھا، لیکن بھان سنگھ کے چہرے پر پھیلی ہوئی امید کی روشنی مجھے بتا رہی تھی کہ وہ سچ کہہ رہا ہے۔ کیونکہ بھان سنگھ نے کم از کم زویا کے معاملے میں کبھی مجھ سے مذاق نہیں کیا تھا۔ بلکہ سب کچھ ختم ہو جانے باوجود بھی وہ ہمیشہ خوش گمان رہا تھا۔ وہ میرا کلاس فیلو تھا اور اس کا شمار میرے قریب ترین دوستوں میں سے ہوتا تھا۔ وہ امرتسر کے قریب ایک گاؤں جھتیوال سے تعلق رکھتا تھا۔ میں لاہور سے بریڈ فورڈ آیا تھا۔ ہم دونوں کامرس کی تعلیم کے لیے وہاں تھے۔ پنجابی زبان بولنے اور پنجاب سے تعلق ہونے کی بناء پر ہم دونوں کے درمیان دوستی ہوئی تھی۔ جو بہر حال بہت خوشگوار تھی۔ ہمارے مزید مشترکہ دوست بھی تھے، لیکن بھان سنگھ اپنی فطری معصومیت خلوص اور کشادہ دلی کے

باعث میرے پسندیدہ دوستوں میں سے ایک تھا۔ دوسرے دوستوں کی طرح اسے بھی اچھی طرح معلوم تھا کہ میں اور زویا ایک دوسرے کو کس حد تک چاہتے ہیں۔ مگر شاید قسمت میں ہم دونوں کا سنجوگ نہیں تھا۔ باوجود شدید خواہش کے ہمارے ملن کے درمیان ایسی رکاوٹیں تھیں جنہیں کم از کم میں ختم نہیں کر سکتا تھا۔ بریڈ فورڈ میں ہماری تعلیم ختم ہو گئی تھی اور چند دنوں بعد ہم وہاں سے جانے والے تھے۔ زویا کے لاہور جاتے ہی اس کے والدین نے اس کی شادی کر دینا تھی۔ کیونکہ وہ ساری تیاریاں مکمل کر کے بیٹھے ہوئے تھے۔ شاید وہ اس قدر جلدی میں نہ ہوتے، لیکن ہماری جو کوشش تھی، انہی کے باعث وہ سخت ہو گئے تھے۔ زویا نے اپنے والدین کو منانے کی بھرپور کوشش کی تھی۔ مگر بری طرح ناکام رہی۔ ہم ناامید ہو کر اسے قسمت کا لکھا سمجھ کر ایک دوسرے سے بچھڑ جانے کا فیصلہ بھی کر چکے تھے۔ درمیان میں کیا رکاوٹیں تھیں، ان کے بارے بھان سنگھ بخوبی واقف تھا۔ وہ میری بے بسی کے دن تھے۔ زویا دو دن پہلے لاہور کے لیے روانہ ہو گئی تھی۔ مجھ سے بچھڑتے ہوئے وہ کس قدر روئی تھی، یہ میں ہی جانتا تھا اور بھان سنگھ ان لمحات کا چشم دید گواہ تھا۔ زویا کے چھن جانے پر میں اس قدر دل گرفتہ تھا کہ مجھے اپنا ہوش ہی نہیں رہا تھا۔ اس دن بھان سنگھ میرے فلیٹ پر آیا اور میری حالت دیکھ کر پریشان ہو گیا۔ پھر اصرار کر کے وہ مجھے یونیورسٹی لے آیا میں جانتا تھا کہ ایسا وہ صرف میرا ذہن ہٹانے کے لیے کر رہا ہے۔ ہم دونوں ایک لان میں لکڑی کی بینچ پر آ بیٹھے تھے۔ گپ شپ کے دوران جب ہم زویا کی باتیں کر کے تھک گئے تو اس کے منہ سے بے ساختہ نکلنے والے اس انکشاف نے مجھے اس خاتون امرت کور کے بارے میں سوچنے پر مجبور کر دیا۔ نہ جانے کیوں میرے اندر تجسس

ہوں کہ تیری اور زویا کی محبت پوتر ہے، سچی ہے۔اس خیال سے میں نے تمہیں امرت کور کے بارے میں بتایا"۔آخرکار بھان سنگھ نے اپنی بات کی وضاحت کردی تو میں نے یونہی مزاح میں کہا۔"اب دو باتیں ہیں بھان......!ایک تو یہ کہ فرض کرو، میں اس کے پاس چلا جاتا ہوں، وہ میرے سر پر ہاتھ پھیر دیتی ہے اور ہم مل نہ پائے تو کیا ہماری محبت جھوٹی ہوئی اور دوسری بات، میں یہ رسک لے لیتا ہوں۔میں تمہارے ساتھ تمہارے گاؤں جاتا ہوں ممکن ہے اس خاتون کی پرارتھنا میرے کام آجائے۔اس سے کم از کم مجھے یہ حوصلہ تو رہے گا کہ میں نے زویا کو پانے کے لیے ہر ممکن کوشش کی"۔"تیرے من میں کیا ہے تُو بہتر سمجھتا ہے زویا تیری قسمت میں ہے یا نہیں، میں اس بارے بھی کچھ نہیں کہہ سکتا، لیکن یہ جو دوسری بات کی ہے نا تم نے میرے دل کو لگتی میں تجھے لے چلتا

تُو اگر میرے ساتھ چلنے کو تیار ہے تو چل میں تجھے لے چلتا ہوں"۔وہ ایک دم سے تیار ہو گیا۔"او کے......! میری طرف سے پکا سمجھ،اب تیرے گاؤں تک پہنچنے میں جو سرکاری ریاستی اجازت نامے کی ضرورت ہے، وہ کس طرح ہوگا۔یہ میں نہیں جانتا"۔ میں نے ایک بڑی رکاوٹ بارے اس کی توجہ دلائی تو وہ چند لمحے سوچتا رہا، پھر بولا۔"کچھ کر لیتے ہیں یار۔تم ذہنی طور پر تیار ہو جاؤ تو مجھے بتا دینا"۔"میں ذہنی طور پر تیار ہوں۔میری طرف سے تو ابھی یہاں سے اٹھ اور چل گاؤں، میں تیرے ساتھ ہوں"۔ میں نے اپنا ارادہ ظاہر کیا۔"چل ٹھیک ہے، میں کرتا ہوں کچھ"۔بھان سنگھ نے پورے خلوص سے کہا تو میں بھی اندر سے اس کے ساتھ گاؤں جانے کے لیے تیار ہو گیا۔ہم وہاں کچھ دیر تک بیٹھے رہے۔وہ مجھے اپنے گاؤں کے بارے میں بتانے لگا۔ میں خیالوں ہی خیالوں میں امرت کور

ابھر آیا تھا۔ تب میں نے دلچسپی سے پوچھا۔ ''بھان......! کیا تم مجھے اس خاتون امرت کور کے بارے میں مزید کچھ بتا سکتے ہو''۔ میرے یوں پوچھنے پر وہ چند لمحے خاموش رہا۔ مجھے یوں لگا جیسے وہ الجھ رہا ہو وہ کھوسا گیا۔ مجھے یوں لگا جیسے وہ خود سے کچھ گھڑنے کے لیے سوچ رہا ہے۔ حقیقت ہوتی تو وہ فوراً بتاتا۔ میں یہ سوچ رہا تھا کہ وہ کھوئے ہوئے انداز میں بولا۔ ''کیوں نہیں بلال، میں کیوں نہیں اس کے بارے میں بتا سکتا، پر مجھے یہ سمجھ نہیں آ رہی کہ اس کے بارے میں کیا بتاؤں؟ وہی جو تمہیں پتہ ہے؟'' میں نے تیزی سے کہا۔ ''دراصل میری معلومات وہی ہیں جو میں نے اپنے والدین سے سنی ہیں یا پھر اِدھر اُدھر سے گاؤں والوں کی زبانی۔ میں تمہیں وہی بتا سکتا ہوں اصل حقیقت کیا ہے، وہ میرے سمیت کوئی بھی نہیں جانتا''۔ اس نے پھر اسی الجھے ہوئے لہجے میں کہا۔ ''جو بھی معلومات ہیں وہی بتا دو''۔ میں نے کریدکی۔ ''وہ خاتون امرت کور......! اس وقت ستر یا اسّی سال کے دورانئے میں ہوگی۔ مگر اس کی صحت اس قدر قابل رشک ہے کہ پچاس سے زیادہ کی نہیں لگتی۔ تقسیم ہند کے وقت اس کی عمر یہی کوئی پندرہ سولہ سال کی رہی ہو گی۔ اس وقت وہ بڑی شوخ وشنگ، خوبصورت اور بڑی جرأت والی لڑکی مانی جاتی تھی۔ انہی دنوں جب تقسیم ہند کے بعد فسادات پھوٹے، اس کے ساتھ کوئی ایسی ٹریجڈی ہوئی کہ وہ نہ صرف بولنا چھوڑ گئی، بلکہ اس کی حالت پاگلوں جیسی ہوگئی۔ یوں سمجھ لو کہ اس کا دماغی توازن خراب ہوا تو ایک دم سے خاموش ہوگئی۔ وہ اپنے والد بلوندر سنگھ کی ایک بیٹی تھی۔ دو بھائی تھے اس کے۔ بلوندر سنگھ اپنی بیٹی کی حالت پر بہت پریشان تھا۔ بہت علاج کروایا، مگر کچھ بھی نہ ہوا''۔ ''کیسی حالت تھی اس کی؟'' میں نے پوچھا۔ ''یہی بتاتے ہیں کہ وہ بالکل گم صم ہوگئی۔ کئی کئی دن تک نہ کھاتی تھی اور نہ پیتی تھی

ایک کمرے میں بند رہتی۔ خوف زدہ ہو گئی تھی۔ کئی برس بعد جب اس کا باپ نہ رہا۔ بھائیوں کی شادی ہو گئی۔ ان کے بچے ہو گئے۔ ان کے درمیان جائیداد بھی تقسیم ہو گئی۔ تب اس کی حالت کچھ سدھرنے لگی۔ وہ جو ہر وقت غلاظت میں رہتی تھی۔ خود کو صاف ستھرا رکھنے لگی۔ مگر وہ کوئی بات نہیں کرتی تھی۔ کھایا پیا اور اپنے کمرے تک محدود رہتی تھی۔ بہت عرصے تک گاؤں والوں نے اسے دیکھا تک نہیں''۔ بھان نے بتایا اور خاموش ہو گیا۔ ''اس کے ساتھ کیا ہوا، یہ کسی کو معلوم نہیں ہو سکا''۔ میں نے پوچھا۔ ''وہ کچھ بولتی تب نا ایسے کسی کو کیا معلوم ہوتا۔ خیر......! تقریباً دس پندرہ سال پہلے اس کے معمولات ہی بدل گئے۔ وہ صبح سویرے اٹھتی ہے، نہاتی ہے خود کو سجاتی سنوارتی ہے اور گاؤں کے مغرب کی طرف چلی جاتی ہے۔ وہاں کافی دیر گھومتی پھرتی رہتی ہے۔ ایک جگہ کھڑی ہو کر نہ جانے کیا

بڑبڑاتی ہے مگر اس کی آواز نہیں آتی۔ بہت سوں نے سننے کی کوشش کی لیکن کسی کی سمجھ میں کچھ نہیں آ سکا۔ دن چڑھے وہ واپس ہوتی ہے اور سیدھی گرودوارے جاتی ہے۔ وہاں جا کر ماتھا ٹیکتی ہے۔ پھر گرو جی کی بانیوں میں سے کچھ پڑھتی ہے۔ وہ وہاں صرف گرودوارے میں بولتی ہے۔ اگر کسی نے اس کی آواز سننی ہو تو وہیں سن سکتا ہے''۔ بھان نے خاصے جوش میں کہا تو میں نے اضطرابی انداز میں پوچھنا چاہا۔ ''یہ کوئی پاگل پن''۔ اس نے میری بات ٹوکتے ہوئے کہا۔ ''او یار تم سنو گے بھی......'' یہ کہہ کر اس نے میری طرف دیکھا۔ میں خاموش رہا تو وہ کہتا چلا گیا۔ ''کسی طرح کا بھی موسم ہو، اس کے معمول میں کبھی فرق نہیں آیا۔ گرودوارے کے باہر اسے کبھی کسی نے بولتے ہوئے نہیں سنا۔ وہ کسی کے معاملے میں کبھی دخل نہیں دیتی۔ اپنے آپ میں مست رہتی ہے اس کی کوئی معاشرتی زندگی نہیں۔ مگر

پورا گاؤں اس کی عزت کرتا ہے اور اسے احترام دیتا ہے۔ میں نہیں جانتا یہ کب سے ہے لیکن اس کے بارے میں مشہور یہی ہے کہ وہ جس کے سر پر ہاتھ رکھ کر پیار دے دے اس کے بگڑے ہوئے کام سنور جاتے ہیں"۔

وہ بڑے سکون سے کہہ کر خاموش ہو گیا۔ "پاگل تو وہ پھر بھی نہ ہوئی، تم اسے سادھو، سنت، بھگت یا درویش قسم کی خاتون کہہ سکتے ہو"۔ میں نے اس کی طویل بات سن کر اپنے طور پر تجزیہ کیا۔ "چلو......! تم یہ کہہ لو، مگر کوئی نارمل بندہ یہ سب نہیں کرسکتا۔ گاؤں میں بھی اس کے بارے میں ایسی ہی ملی جلی رائے ہے کوئی اسے پاگل کہتا ہے اور کوئی تمہاری طرح سنت بھگت قسم کی کوئی چیز۔ میری اپنی ذاتی رائے یہ ہے کہ اس کے ساتھ ہونے والی ٹریجڈی نے اسے ایب نارمل کر دیا ہے اور تمہیں معلوم ہے ہمارے ہاں ایسے لوگوں کو بڑی پہنچی ہوئی مخلوق سمجھ کر اس سے امیدیں باندھ لیتے ہیں پھر بس مشہوری ہونے کی دیر ہے"۔

اس نے اپنی ہی رو میں کہا تو میں نے اسے جتایا۔ ہاں یہ آخری بات تم نے ٹھیک کہی۔ میں مانتا ہوں اسے لیکن سردار بھان سنگھ جی، کچھ دیر قبل جو تم نے اتنے یقین سے امرت کور بارے کہا ہے، تم خود ہی اپنی اس بات کی تردید کر رہے ہو"۔ یہ سچ ہے کہ میرا ذہن نہیں مانتا۔ میری اپنی رائے جو ہے وہ میں نے تمہیں بالکل سچ بتا دی ہے، لیکن......! بلال تم یقین کرو، اس کے بارے میں یہی مشہور ہے۔ میں نے اپنے طور پر اس کی توجیہ یہ گھڑی ہوئی ہے کہ جو اندر سے صاف دل ہوں۔ ان کے کام ہو جاتے ہیں۔ یا مثال کے طور پر یوں سمجھ لو کہ جس جوڑے کی شادی ہو جاتی ہے، وہ پُرخلوص اور پاکیزہ محبت کرنے والے ہوں گے اور جو نہیں پاتے ان کے من میں کہیں نہ کہیں کھوٹ ہوتا ہوگا۔ مطلب، پاکیزہ اور سچی محبت والے ہی اس سے مراد پاسکتے ہیں اور میں جانتا

کو اس گاؤں میں پھرتے ہوئے محسوس کرنے لگا۔ اس وقت میرا حال اس پروانے کے جیسا تھا، جسے امید کی ہلکی سی روشنی دکھائی دے جائے تو وہ اس کی طرف دیوانہ وار لپکتا ہے۔ ہمیں یونیورسٹی کے لان میں بیٹھے ہوئے کافی دیر ہو چکی تھی۔ شام کے سائے ڈھل کر رات ہونے کا عندیہ دینے لگے تھے۔ سو ہم دونوں دوسرے دوستوں سے گپ شپ لگانے اور ہوٹلنگ کا ارادہ کر کے اٹھ گئے اس شام میں امرت کور کو اپنے قریب تر محسوس کرنے لگا۔ ایک ہیولا سا میرے دماغ میں بن گیا۔ مجھے یوں لگا جیسے وہ میرے ارد گرد ہی کہیں موجود ہے۔ میں ایک خاص طرح کی کشش اس میں محسوس کرنے لگا تھا۔ جس کے بارے میں بھان سنگھ سے میں نے کوئی ذکر نہیں کیا۔ رات گئے تک ہم اکٹھے رہے تھے، اس نے بھی دوبارہ امرت کور کا ذکر نہیں کیا۔ میں اس کے گاؤں جا سکوں گا یا نہیں، یہی سوال لیے میں اپنے فلیٹ چلا گیا۔

زویا سے میری پہلی ملاقات بریڈ فورڈ ہی میں ہوئی تھی۔ یہ ان دنوں کی بات ہے جب مجھے وہاں گئے چند دن ہوئے تھے۔ میرا ابھی وہاں کوئی دوست نہیں بنا تھا۔ بس چند پاکستانی شناسا تھے یا پھر یہ بھان سنگھ تھا اس دن ہم کھانے پینے کے لیے کینٹین پر گئے تھے جو کہنے کو کینٹین ہے لیکن اچھا خاصا ریستوران ہے۔ وہاں انڈین فوڈ کے نام پر کچھ پاکستانی کھانے بھی مل جاتے تھے۔ ہم اس دن چار یا پانچ شناسا وہاں گئے تھے۔ ہمارے درمیان اتنی بے تکلفی بھی نہیں تھی۔ جیسے ہی ہم وہاں بیٹھے تو میری نگاہ لڑکیوں کے ایک گروپ پر پڑی۔ وہ بھی چند ایک ہی تھیں لیکن ان میں زویا بالکل ہی منفرد دکھائی دے رہی تھی۔ اس وقت میں زویا کا نام تک نہیں جانتا تھا۔ اس کی انفرادیت یہ تھی کہ اس نے اپنے سر پر سیاہ رنگ کا اسکارف لیا ہوا تھا اور عبایا طرز کے لبادے میں اپنا بدن ڈھکا ہوا تھا۔ سیاہ اسکارف میں

میں اس کا گورے رنگ کا چہرہ دمک رہا تھا۔اس کے پتلے پتلے ہونٹوں پر دھیمی دھیمی مسکراہٹ تھی۔ بڑی بڑی سیاہ آنکھوں سے وہ سامنے والی لڑکی کی طرف دیکھتے ہوئے اس کی بات بڑے غور سے سن رہی تھی۔ تیکھا ناک اور بھرے بھرے گال والی زویا، انہی لمحوں میں سیدھی میرے دل میں اتر گئی۔ وہ میرے دل میں کس قدر گھر کر چکی ہے، اس کا احساس مجھے اس وقت ہوا جب وہ اٹھ کر چلی گئی۔ تب سارا ریستوران ہی سُونا ہو گیا۔ میں چونکا اس وقت جب ایک پاکستانی شناسا کلاس فیلو اس پر تبصرہ کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔''میں پورے یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ یہ اسکارف والی لڑکی پاکستان سے ہے، چند دن ایسے ہی رہے گی اور پھر چند مہینوں یہ یہاں کی انگریز لڑکیوں کو بھی پیچھے چھوڑ جائے گی''۔ ''تم یہ دعویٰ کیسے کر سکتے ہو؟'' میں نے یوں کہا جیسے مجھے اس کی بات بہت بری لگی ہو

''او یار ایسے ہی ہوتا ہے پہلے پہل یہ بڑی نیک پروین بنتی ہیں اور پھر جو اپنا رنگ دکھاتی ہیں، تب دیکھنے والی ہوتی ہیں''۔ اس نے اپنے طور پر تبصرہ کیا۔ میں اس پر کچھ کہہ نہیں سکتا تھا، ممکن ہے اس کے تجربے میں ایسی کوئی بات ہو، لیکن زویا کے بارے میں اس کا یہ تبصرہ مجھے ذرا بھی اچھا نہیں لگا تھا۔ پھر کھانے اور دوسری باتوں کے دوران یہ بات آ گئی ہو گی۔ اگلے دن یہ جان کر خوشگوار حیرت ہوئی کہ وہ میری کلاس فیلو ہے۔ اگرچہ اس سے بات کرنے، اس سے ملنے یا تعارف کرنے میں کوئی رکاوٹ نہیں تھی لیکن ایک فطری جھجک نے مجھے روکے رکھا۔ اس طرح کئی ہفتے گزر گئے اور ہم دونوں میں ایک لفظ کا بھی تبادلہ نہیں ہوا۔ اس دوران میں نے محسوس کیا کہ وہ صرف لڑکیوں ہی میں زیادہ تر رہنا پسند کرتی ہے۔ کلاس اور کینٹین ہی دو ایسی جگہیں ہوا کرتی تھیں جہاں ہمارا آمنا سامنا ہوتا۔ ان دونوں

جگہوں پر وہ لڑکیوں ہی میں گھری دکھائی دیتی تھی۔ چند لڑکیوں میں اچھی خاصی تبدیلی آ گئی تھی۔ وہ شلوار قمیص کی جگہ پتلون یا جینز پہننے لگی تھیں۔ مگر زویا نے نہ اسکارف اتارا اور نہ ہی عبایا۔ جس طرح میں نے اسے پہلے دن دیکھا تھا، وہ وہی تھی۔ نہ جانے کیوں میں دل ہی دل میں یہی چاہتا تھا کہ زویا ویسی کی وہی ہی رہے۔ وہ خود کو نہ بدلے۔ میں نے اسے کبھی تنہا نہیں دیکھا تھا۔ شاید اس کے اندر مشرقی لڑکی بہت مضبوط تھی۔ وہ خزاں کے آخری دن تھے۔ یخ ہوا نے خوشگواریت میں بدلنا شروع کر دیا تھا۔ میں ان دنوں ہاسٹل میں رہتا تھا۔ اس دن میری کلاس کو دیر ہو گئی تھی اور میں تیزی سے اپنے کلاس روم جانے کے لیے جا رہا تھا اچانک دائیں طرف کی راہ سے مجھے زویا آتی ہوئی دکھائی دی۔ پہلی بار میں نے اسے تنہا دیکھا تھا۔ دن کے پہلے پہر میں ہاسٹل سے نکلتے ہی اس سے سامنا ہو جانے پر میں انتہائی خوشگواریت محسوس کرنے لگا۔ ہم دونوں تقریباً ایک ساتھ ہی کلاس روم جانے والے راستے پر آ گئے۔ تبھی اس نے بڑے اعتماد سے مجھے السلام علیکم کہا، تب میں نے اسے پُرشوق انداز میں جواب دیا تو اس نے پوچھا۔ ''آپ لاہور سے ہیں؟'' ''ہاں اور آپ؟'' میں نے پُرتجسس انداز میں پوچھا۔ ''میں بھی وہیں کی ہوں، آپ کے بارے میں چند دن پہلے پتہ چلا ہے''۔ اس نے یوں کہا جیسے بڑی اہم معلومات مجھے دے رہی ہو۔ تب تک ہمارا وہ چند قدم کا فاصلہ طے ہو گیا تھا۔ تب میں نے کہا۔ ''کلاس کے بعد اگر آپ فری ہوں تو؟'' ''ہاں کیوں نہیں، میں یہیں آپ کا انتظار کروں گی''۔ اس نے خوشگواریت سے کہا اور ہم کلاس میں داخل ہو گئے۔ اس دن مجھ سے اچھی طرح نہیں پڑھا گیا۔ میں یہی سوچتا رہا کہ اس سے کیا باتیں کروں

گا۔اس دن کلاس بھی مجھے طویل لگی۔ یوں خود سے الجھتے، سوچتے اور خود کلامی کرتے کلاس ختم ہوگئی۔ میں نے جان بوجھ کر کلاس روم سے نکلتے ہوئے دیر کی۔ تب میں نے دیکھا، وہ راستے کے کنارے کھڑی ہوئی تھی۔ میں اس کے قریب پہنچا اور کہا۔ آئیں کینٹین میں چل کر بیٹھتے ہیں''۔ ''سوری بلال......! میرے پاس اتنا وقت نہیں ہے۔ میں نے آج ہی لندن کے لیے نکلنا ہے۔ تھوڑا سا وقت ہے، چونکہ میں نے آپ سے وعدہ کیا تھا، سو یہاں منتظر تھی''۔ اس نے معذرت خواہانہ انداز میں کہا۔ ''آپ نے تنہا جانا ہے یا ساتھ میں کوئی دوسرے بھی ہیں''۔ میں نے اس سے پوچھا نہیں، میں نے تنہا جانا ہے۔ دراصل وہاں ہمارے کچھ رشتے دار رہتے ہیں۔ میں ایک ویک اینڈ ان کے ساتھ گزارتی ہوں۔ اس لیے معذرت۔ ویک اینڈ کے بعد ہم بہت ساری باتیں کریں گے''۔ اس نے مسکراتی ہوئی آنکھوں سے کہا۔ ''اوکے......! تم جاؤ''۔ میں نے خوش دلی سے کہا تو سلام کر کے اس راہ پر مڑ گئی۔ جدھر ان کا ہوسٹل تھا۔ بلاشبہ اسے ہاسٹل پہنچے کے لیے بھی وقت چاہیے تھا۔ ویک اینڈ کے بعد میری اور اس کی طویل ملاقات ہوئی۔ زویا، ایک پیر گھرانے سے تعلق رکھتی تھی۔ پنجاب کے ایک دور افتادہ علاقے میں درگاہ تھی۔ جہاں ان کا خاندان متولی تھا۔ کچھ عرصہ پہلے تک وہ اتنے کشادہ ذہن نہیں تھے کہ اپنے بچوں کو اور خصوصاً بچیوں کو اتنی دور تعلیم کے لیے بھیج سکیں۔ چونکہ یہ اکلوتی تھی اور اس کے والد یہاں سے پڑھ کر جا چکے تھے۔ اس لیے اسے بھی اجازت مل گئی۔ وہ سیّد تھے۔ ان کے خاندان کا سیاسی پس منظر بھی تھا۔ اس کے کزن بھی دنیا کے مختلف تعلیمی اداروں میں پڑھ رہے تھے۔ زویا کو پوری امید تھی کہ وہ اپنے خاندان کی سیاسی وارث ضرور ثابت ہوگی۔ میں اس کا تعارف سن کر ہی بہت متاثر ہوا۔ دولت کی ان کے پاس کمی نہیں تھی اور

حکومتی ایوانوں تک ان کی رسائی تھی۔ میں اس کے تعارف سے اس لیے متاثر ہوا تھا کہ ایسے گھرانوں کی لڑکیاں اس طرح دیارِ غیر میں تعلیم حاصل کرنے نہیں آتیں، لیکن ایک طرف جہاں زویا کی ضد تھی کہ وہ بریڈ فورڈ پڑھنے جائے گی تو دوسری طرف ان کی کچھ خاندانی کی مجبوریاں بھی تھیں۔ اس کا باپ نہیں چاہتا تھا کہ زویا کسی طرح بھی اپنے خاندان کے لڑکوں سے پیچھے رہے اور احساس کمتری میں مبتلا ہو جائے۔ یہاں ان کی اپنی سیاسی ساکھ کا بھی سوال تھا۔ ''تم نے اپنے بارے میں نہیں بتایا بلال؟'' زویا نے اپنے بارے تفصیل سے بتا کر مجھ سے پوچھا تو میں نے بڑے انکسار سے کہا۔ ''میرے پاس بتانے کے لیے کیا ہے؟ دادا جی زمینداری کرتے رہے اور والد صاحب بزنس میں آ گئے بھلے وقتوں میں انہوں نے ایک فوڈ پراڈکٹ کی فیکٹری لگائی تھی جواب پورے پاکستان میں مشہور ہے۔'' ''تو سیدھا کہو نا تم لوگ صنعت کار ہو''۔ اس نے ہنستے ہوئے کہا۔ ''میں تو نہیں ہوں نا ابھی''۔ میں نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔ پھر ہمارے درمیان دیگر موضوعات پر باتیں ہوتی چلی گئیں۔ اس پہلی طویل ملاقات کے بعد ہمارے درمیان اکثر لمبی لمبی باتیں ہوتیں۔ یہاں تک کہ اچھا خاصا مضبوط تعلق بن گیا۔ اس کے اور میرے ہاسٹل کے درمیان خاصا فاصلہ تھا۔ پہلے پہل وہ اپنا ویک اینڈ لندن میں گزارتی تھی۔ پھر میرے ساتھ گزارنے لگی۔ زندگی کا کون سا ایسا موضوع تھا جو ہمارے زیر بحث نہیں آیا۔ کچھ دوست مجھے چھوڑ گئے اور کئی دوستوں کو میں چھوڑ گیا، لیکن ایک یہی بھان سنگھ اور دوسرا اسد جعفری، یہ دونوں میرے دوست رہے۔ زویا کی اپنی چند سہیلیوں سے کمپنی تھی یا پھر وہ فقط میرے ساتھ ملتی۔ بریڈ فورڈ کی ہر جگہ ہم نے گھوم پھر لی۔ ایک دوبار لندن سے بھی ہو آئے۔ یوں ایک سال سے زیادہ عرصہ گزر گیا ایک دن ایسے ہی میں، بھان سنگھ

اور اسد جعفری ہم یونیورسٹی کے لان میں سبز گھاس پر بیٹھے ہوئے تھے کہ اسد نے اچانک کہا۔ ''اوئے بلال! یہ زویا سے تیرے تعلق کی گاڑی محبت کے اسٹیشن پر پہنچی ہے کہ نہیں یا ابھی نان اسٹاپ چلتے ہی چلے جا رہے ہو''۔ ''میں سمجھا نہیں، محبت مطلب ......وہ ایک اچھی دوست ہے اور بس......'' میں نے واقعتاً اس کی بات نہ سمجھتے ہوئے کہا۔ ''اوئے تُو اتنا معصوم بھی نہیں ہے۔ میں ہوتا نا تو اس وقت تک اس سے شادی بھی کر چکا ہوتا، جتنا تُو نے اس کے ساتھ وقت گزار دیا ہے۔ آخر اس تعلق کی کوئی منزل تو ہوگی نا یار؟'' اسد جعفری نے طنزیہ انداز میں کہا تو بھان سنگھ نے بھی اپنے خیال کا اظہار فرما دیا۔ ''ہاں یار......! اسد ٹھیک کہہ رہا ہے۔ اتنی دیر میں تو بہت کچھ ہو جاتا ہے، تم ابھی دوستی ہی لیے پھرتے ہو''۔ ''مجھے یہ سمجھ نہیں آ رہی کہ کیا ہونا چاہئے مزید، بس چلتا ہے تو چلتا رہے، تم لوگوں کو کیا تکلیف ہے۔ ہمارے تعلق میں زویا کی وجہ سے کوئی......'' میں نے کہنا چاہا تو اسد جعفری نے تیزی سے کہا ''او نہیں......! تم ہمارے اچھے دوست ہو، ہمیں زویا سے بھی کوئی اعتراض نہیں۔ ہم تو یہ سننے کو بے تاب ہیں کہ حضور کو اس سے محبت ہو گئی ہے۔ اس نے یا تم نے اظہارِ محبت کر دیا ہے اور ایک نئی لَو اسٹوری کے ہم گواہ بن جائیں؟'' ''نہیں یار......! میں اس سے کبھی اپنے جذبات کا اظہار نہیں کروں گا۔ وہ کسی اور ہی دنیا سے تعلق رکھتی ہے اور میں کسی اور دنیا سے، میں اسے کسی مشکل میں نہیں ڈالنا چاہتا۔ بس یہاں جو اچھا وقت گزر جائے، میں اسے ہی اپنا حاصلِ زندگی سمجھ لوں گا''۔ میں نے پوری دیانت داری سے اپنے دل کا حال اس سے کہہ دیا۔ ''لیکن اگر اس نے تم سے اظہارِ محبت کر دیا تو......؟'' بھان سنگھ نے پورے خلوص سے اور سنجیدگی سے پوچھا۔ ''تب دیکھ لوں گا۔ کم از کم میں اسے کسی امتحان میں نہیں ڈالنے والا'۔ میں نے جواب میں کہا۔ چلو اچھا ہے

یار......! تمہارا پتہ تو چلا، میں تو سمجھ رہا تھا کہ تم یونہی فلرٹ کئے جا رہے ہو۔ پر یہ دیکھ لو، اگر تم دونوں میں محبت ہو گئی نا، تو پھر واقعی بہت مشکل ہو جائے گا''۔ اسد نے کہا۔ ''میں سمجھتا ہوں اس لیے محتاط ہوں''۔ میں نے اس کی بات سمجھ کر ہی جواب دیا۔ بھان سنگھ بھی سمجھتا تھا کہ آنے والے وقت میں ہمارے درمیان کیا رکاوٹیں آنے والی ہیں۔ سو بات وہیں پر ختم ہو گئی۔ دو برس گزرنے کا پتہ ہی نہیں چلا۔ زویا میرے اس قدر قریب آ گئی تھی کہ میں اس کے سوا کسی دوسرے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ بریڈ فورڈ جیسے ماحول میں کیا کچھ ایسا نہیں تھا، جسے میں اپنے تصرف میں نہ لے آتا۔ یہاں دوستی اور تعلق کے معنی ہی کچھ اور تھے اور تھوڑے عرصے کا تعلق چلتا اور ایک خاص منزل تک پہنچ کر ختم ہو جاتا، نئی ترجیحات سامنے آ جاتیں۔ رستے بدل جاتے۔ زندگی کا لطف کئی ایسی دلچسپیوں میں دیکھا جاتا جو کم از کم مشرقی ماحول میں انتہائی ناپسندیدہ تھیں۔ ایسے ماحول میں میرا اور زویا کا تعلق عجیب سی نگاہوں سے دیکھا اور ہم دونوں ایک دوسرے سے تعلق نبھاتے چلے جا رہے تھے۔ سوچے بغیر کہ کون ہمیں کس انداز میں دیکھتا ہے۔ وہ ایک انتہائی خوشگوار شام تھی۔ جب میں اور زویا لندن میں دریائے ٹیمز کے کنارے بینچ پر بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے تھے۔ تب اچانک میں نے اس سے پوچھا۔ ''زویا......! تم نے کامرس کی تعلیم ہی کیوں پسند کی۔ ایسا کیا تھا جس نے تمہیں ایسا کرنے پر مجبور کیا۔ تم کوئی دوسری تعلیم بھی تو حاصل کر سکتی تھی جو آگے چل کر تیرے کام آئے''۔ ''دنیا بدل رہی ہے بلال......! اگر میں سیاست میں آئی تو وہ میری مجبوری ہو گی۔ زمینداری مجھے بالکل پسند نہیں کیونکہ میں نے ہمیشہ خود کو صنعت کار سوچا ہے۔ میں اس شعبہ میں آؤں گی ضرور''۔ اس نے اپنے خیالوں میں نہ جانے کیا سوچتے ہوئے کہا۔

پھر میری طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے بولی۔ ''اور کیا میں ادب پڑھتی اور یہاں بیٹھ کر محسوس کرتی کہ دریائے ٹیمز کا پانی بہہ رہا ہے اور اس پر کیا رومانوی ماحول ہے۔ کتنے انگریز شاعروں نے کیا کیا جذبات کا اظہار کیا ہے۔ مجھے بتاؤ، اس کا آج کی زندگی پر کیا اثر ہے''۔ ''زویا......! تم اپنے من سے رومانوی جذبوں کو الگ نہیں کر سکتی ہو، یہ بھی اسی طرح ضروری ہیں، جیسے کہ سانس لینا۔ نہ جانے کیوں میں نے اپنی رو میں کہہ دیا۔ تب وہ انتہائی کی جذباتی انداز میں بولی۔ ''میں مانتی ہوں بلال کہ محبت بھی انسان کے لیے اتنی ضروری ہے جتنی ہوا اس کے لیے اہم ہے۔ یہ جو ہمارے ارد گرد رنگینیاں ہیں یہ ساری اسی وجہ سے ہیں، لیکن......! اس کا حصول بھی کمتر درجے میں نہیں ہونا چاہئے۔ نہ جانے کیوں محبت کے بارے میں یہ سمجھ لیا گیا ہے کہ اس میں ملنا ضروری ہے اور اس کے لیے اپنے ان پیاروں کو نظر انداز کر دینا جوان کی زندگی کا حصہ ہیں۔ ہم جس معاشرے سے تعلق رکھتے ہیں۔ وہاں ہمیں بہت سارے لوگوں کے ساتھ جینا ہے۔ ان کی نگاہوں میں گر کر اپنی محبت کا حصول...... میں اسے محبت کی توہین سمجھتی ہوں''۔ ''تم ایسا کیوں سوچتی ہو، اس کے برعکس بھی تو ہو سکتا ہے''۔ میں نے یونہی بات بڑھا دی۔ ''ہونے کو تو کیا نہیں ہو سکتا، ہم ابھی اور اسی وقت ساری حدیں پار کر سکتے ہیں، لیکن اتنا وقت گزار دینے کے باوجود ہم نے ایسا کیوں نہیں کیا؟ ہمارے جسم ایک دوسرے کے لیے ابھی تک انجان جزیرے کیوں ہیں؟ یہ صرف اس لیے بلال کہ ہم ایک دوسرے کی عزت انتہائی درجے تک کرنا چاہتے ہیں اور یہ عزت اس طرح سے ممکن ہے کہ ہم پورے مان اور وقار کے ساتھ ایک دوسرے کے ساتھ چلیں۔ ورنہ بدن بھنبھوڑنے کی خواہش چند ٹکوں میں بھی پوری کی جا سکتی ہے''۔ اس نے انتہائی کی جذباتی انداز میں میرے چہرے پر دیکھتے

ہوئے کہا۔ ''تم ٹھیک کہتی ہو زویا۔۔! ہم ایک دوسرے کے اتنے قریب ہونے کے باوجود بھی بہت دور ہیں۔ اچھا ہے جب ہم یہاں سے چلے جائیں گے تو ہمیں ایک دوسرے کو بھولنے میں مشکل نہیں ہوگی''۔ میں نے خود پر قابو پاتے ہوئے سکون سے کہا تو وہ تڑپ اٹھی۔ اس نے شدت جذبات میں میرا ہاتھ پکڑ لیا اور تقریباً بھنچتے ہوئے کہا۔ ''تم غلط کہہ رہے ہو بلال......! ہم ایک دوسرے کو بھول ہی نہیں سکتے، شاید تم بھول جاؤ، مگر میں نہیں، کیونکہ میں تم سے محبت کرتی ہوں۔ شدید محبت اور اپنی محبت کو کبھی کوئی نہیں بھلا سکتا''۔ میں اس کے چہرے پر دیکھ رہا تھا۔ دھواں دھواں ہوتا ہوا چہرہ، لرزتے لب، بند آنکھوں کی تھرکتی ہوئی پلکیں جو دھیرے دھیرے آنسوؤں سے بھیگ رہی تھیں۔ وہ ہولے ہولے کانپنے لگی تھی۔ نہ جانے وہ اپنے اندر جذبات کا کس قدر جوار بھاٹا محسوس کر رہی تھی۔ تبھی میں نے اس کا ہاتھ مضبوطی سے پکڑتے ہوئے کہا۔ ''زویا......! کیا تم مجھ سے اتنی شدت سے محبت کرتی ہو؟''

''ہاں......! شاید اس سے بھی کہیں زیادہ، میں چاہتی ہوں کہ اپنی باقی زندگی تمہارے ساتھ گزاروں، میری محبت نہ جانے مجھے کیسے کیسے خواب دکھاتی ہے، لیکن میں کسی کی اور اپنی نگاہوں میں گر کے تجھے نہیں پانا چاہتی۔ میں پورے عزت و وقار کے ساتھ تمہاری ہو جانا چاہتی ہوں۔ میں مانتی ہوں کہ ہمارے اس ملن میں بہت ساری رکاوٹیں آئیں گی۔ ان رکاوٹوں کو میں خود پار کرنے کی پوری کوشش کروں گی۔ ٹل گئے۔ تو ٹھیک، ورنہ ہماری محبت کا سفر رائیگاں تو نہیں جائے گا۔ میں تم سے اپنی آخری سانس تک محبت کرتی رہوں گی''۔ وہ لرزتے ہوئے لہجے میں کہتی چلی گئی تھی۔ دریائے ٹیمز کے کنارے اس بینچ پر بیٹھنے سے قبل میرے ذہن میں بھی نہیں تھا کہ زویا اپنی محبت کا اظہار اس شدت سے کرے گی کہ مجھے بولنے کا موقع تک نہیں ملے گا۔ میں

اس سے اختلاف کر ہی نہیں سکتا تھا۔ اس لیے اس کا ہاتھ چھوڑتے ہوئے بولا۔ ''میں اس سفر میں تمہارے ساتھ ہوں زویا''۔ ''میں اپنے والدین کو تمہارے لیے قائل کرنے کی ہر ممکن کوشش کروں گی۔ انہیں مناؤں گی، وہ مان گئے تو ٹھیک، وہ اپنے ہاتھوں سے مجھے تمہارے حوالے کر دیں گے تو ٹھیک، ورنہ میں اپنا آپ نہیں گراؤں گی۔ اس کے لیے تم مجھے معاف کر دینا''۔ یہ کہتے ہوئے اس نے اپنا سر میرے کاندھے سے ٹکا دیا۔ میرے پا کہنے کے لیے کچھ نہیں تھا۔ اس لیے خاموشی ہمارے درمیان میں آئی۔ پھر کافی دیر یونہی خاموش بیٹھے رہنے کے بعد ہم وہاں سے اٹھ گئے۔ زندگی میں ایک عجیب ٹھہراؤ آ گیا ہوا تھا۔ زویا میری ہوگی یا نہیں؟ یہی سوال میری زندگی پر چھا گیا جس کا جواب ابھی وقت کی پنہایوں میں تھا۔ میں اس بارے حتمی طور پر کچھ بھی نہیں کہہ سکتا تھا۔ اب سارا کچھ زویا ہی نے کرنا تھا۔ اسے ہی اپنے اپنے والدین کو بتانا تھا، انہیں قائل کر کے راضی کرنا تھا۔ جبکہ ہماری تعلیم کا آخری سال شروع ہوئے ایک مہینہ گزر چکا تھا۔ زویا نے اپنے طور پر اپنی والدہ کو اعتماد میں لینا شروع کر دیا تھا۔ میرے سامنے فون پر اس نے میرے بارے تمام تر اپنی والدہ کو بتا دیا تھا۔ پھر اس وعدے پر بات ختم ہوئی تھی کہ وہ اس کے والد سے بات کرے گی۔ تقریباً دو ہفتے اس گفتگو میں گزر گئے۔ جواب کیا ملتا ہے، اس کا کچھ احساس تو تھا لیکن وہ پُرامید بھی تھی۔ تب جو جواب آیا وہ ہی تھا کہ میرا اور اس کا ملن ناممکن ہے۔ ہمارے درمیان سب سے بڑی رکاوٹ ذات پات کی تھی۔ وہ سیّد زادی تھی اور میں ارائیں ذات سے تعلق رکھتا تھا۔ دوسرا وہ خاندان کے لڑکوں کو چھوڑ کر باہر کیوں اس کی شادی کریں۔ اس کے ساتھ یہ پیغام آ گیا کہ اس خناس کو دماغ سے نکال دے۔ اگر نہیں نکلتا تو فوراً واپس آ جائے۔ اگر والدین سے ہٹ کر

اپنی مرضی کرے گی تو پھر وہ ان میں سے نہیں ہے۔ پلٹ کر اپنا منہ نہ دکھائے۔ یہ سب بتاتے ہوئے زویا بہت روئی تھی۔ تب میں نے اسے حوصلہ دیتے ہوئے کہا۔ ''تمہیں اپنی محبت پر مان ہونا چاہیے زویا۔ نہیں مل سکتے، کوئی بات نہیں''۔ ''مگر میں کوشش کرتی رہوں گی۔ یہاں تک کہ وہ عزت و وقار کے ساتھ مجھے تمہارے ساتھ شادی کے بندھن میں باندھ دیں''۔ اس نے بھیگے ہوئے لہجے میں مجھے حوصلہ دیتے ہوئے کہا۔ زویا اپنے طور پر بھرپور کوشش کرتی رہی۔ اس نے اپنے والدین کو یہ باور کرا دیا تھا کہ میں ایسا ویسا کچھ نہیں کروں گی، لیکن آپ سے بہتر فیصلے کی امیدوار ہوں۔ اپنے فیصلے پر نظر ثانی کریں۔ وہ جس قدر کہتی اسی قدر کوئی سخت حکم مل جاتا۔ یہاں تک کہ اسے یہ تک بتا دیا گیا کہ اس کی شادی اس کے کس کزن سے ہوگی۔ اس کے واپس جاتے ہی اس کی شادی کر دینے کے پورے انتظامات تھے

زویا سے یہ بھی کہا گیا کہ وہ اپنی تعلیم ادھوری چھوڑ کر واپس چلی آئے۔ تقریباً آٹھ ماہ تک یہی چلتا رہا۔ یہاں تک کہ اس کے والد نے اسے یہاں سے لے جانے کے لیے خود لندن آنے کی دھمکی دے دی۔ تب زویا نے اپنی تعلیم مکمل کی اور واپس جانے کے لیے تیار ہوگئی۔ تین دن پہلے میں، بھان سنگھ اور اسد جعفری اسے ائیر پورٹ تک چھوڑنے گئے تھے۔ تمام راستے وہ روتی رہی تھی اور جس وقت وہ جانے کے لیے تیار تھی۔ اس وقت مجھے پہلی ملاقات میں کسی کا تبصرہ یاد آیا تھا۔ وہ اپنے تعلیمی دورانئے میں ذرا نہیں بدلی تھی۔ وہی اسکارف وہی عبایہ...... وہ میری طرف بھیگی آنکھوں سے دیکھ رہی تھی۔ جہاز تیار ہونے کا اعلان ہوا تو نہ جانے اسے کیا ہوا۔ وہ میرے گلے لگ کر پھوٹ پھوٹ کر رو دی تھی۔ میں نے اسے خود سے الگ کہا۔ اس کی آنکھوں میں دیکھا اور مسکراتے ہوئے کہا۔ ''یہ سوچ کر خود پر مان کرو

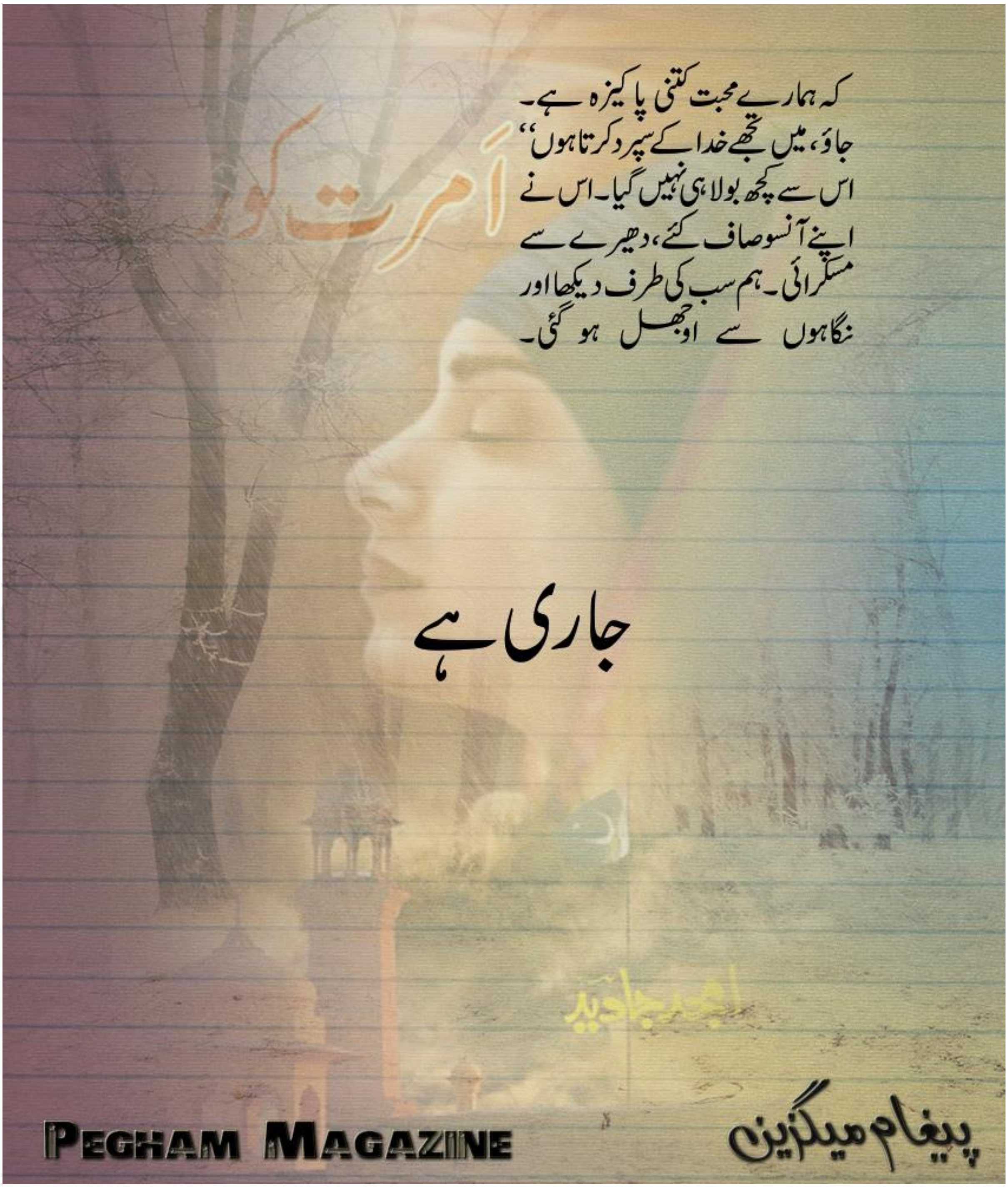
امرت کور
کہ ہمارے محبت کتنی پاکیزہ ہے۔
جاؤ، میں تجھے خدا کے سپرد کرتا ہوں''
اس سے کچھ بولا ہی نہیں گیا۔ اس نے
اپنے آنسو صاف کئے، دھیرے سے
مسکرائی۔ ہم سب کی طرف دیکھا اور
نگاہوں سے اوجھل ہو گئی۔
جاری ہے
امجد جاوید
PEGHAM MAGAZINE
پیغام میگزین

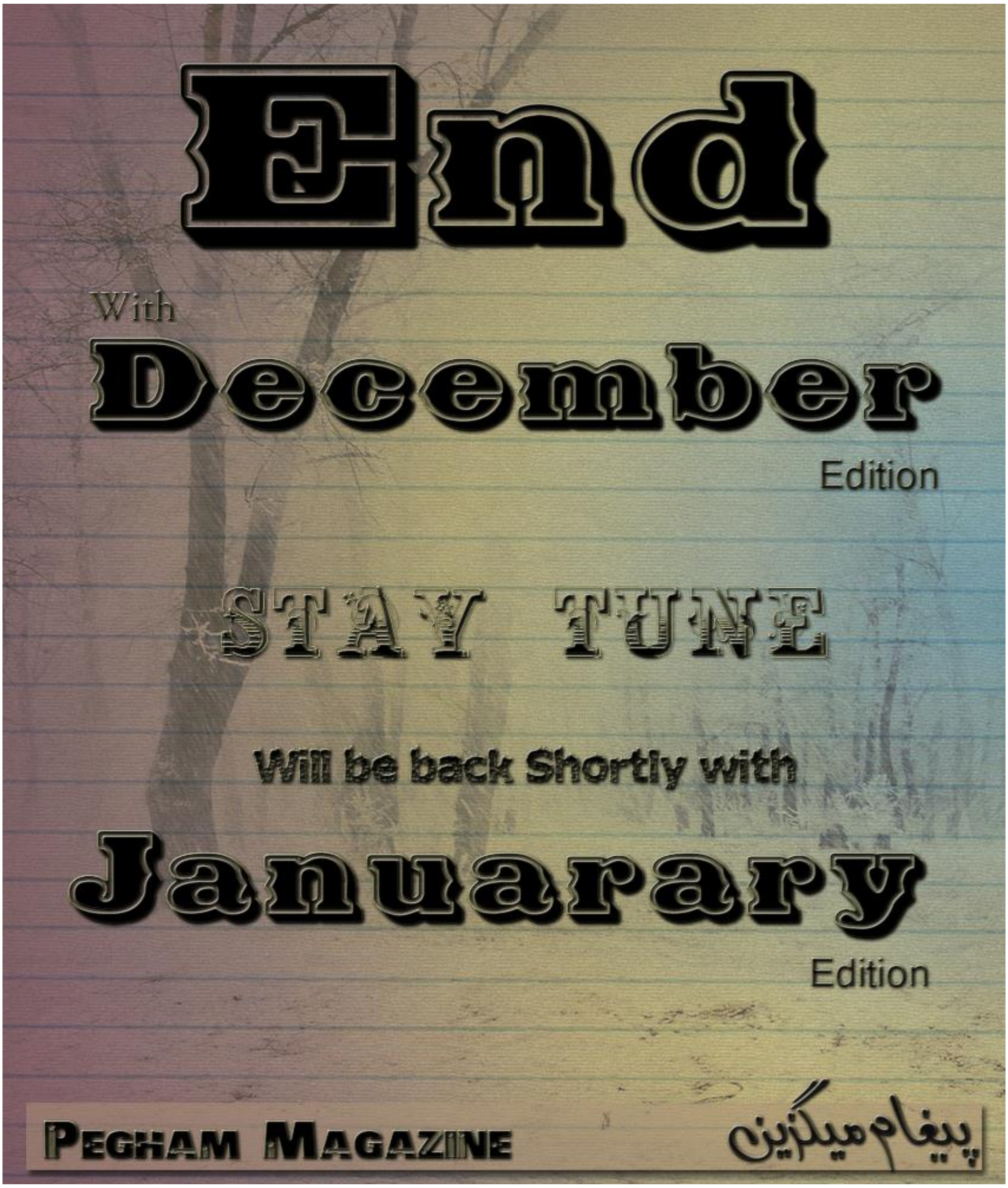
End
With
December
Edition
STAY TUNE
Will be back Shortly with
Januarary
Edition
PEGHAM MAGAZINE
پیغام میگزین